تیسری بادشاہی کی جنم ساکھی

یعنی

گرو امرداس جی کی سوانح عمری

جسے

ایک گرو کے سکھ نے بڑی بھگتی سے بنایا

اور ۱۹۰۳ء میں

رامد مل و مولوی علی محمد تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور نے

نولکشور پریس لاہور میں چھپا

گروصاحبان کی سوانح عمریاں

سکھوں کے دسوں گروصاحبان یعنی گرونانک دیوجی ۔ گروانگد صاحب ۔ گروامرداس جی ۔ گرورامداس جی ۔ گروارجن صاحب ۔ گروہرگوبندجی ۔ گروہررائے صاحب ۔ گروہرکشن صاحب ۔ گروتیغ بہادرجی اور گروگوبندسنگھ صاحب کی سوانح عمریاں بڑی محنت وکوشش اور تحقیق کے ساتھ تیار کرائی گئی ہیں ۔ مفصل فہرست طلب کرنے پر قیمت معلوم ہوسکتی ہے +

ان کے علاوہ

بہت سے ہندو مسلمان اور سکھ ناموروں کی سوانح عمریاں بھی تالیف ہورہی ہیں

یہ سب کتابیں

قومی ترقی کے دلدادہ نیک مردوں کے پڑھنے قابل ہیں ۔

ایک اونکار ست گور پرشاد

اس پاک پروردگار کی حمد و ثنا کی راہ سخت دشوار گزار ہے جس نے اس عرصۂ ناپیدا کنار کو پیدا کیا۔ زمین اور آسمان بنائے۔ سورج۔ چاند اور ستارے اپنے اپنے محوروں اور مداروں پر پھرائے۔ سب سرشٹی کو رچایا ہمیں دکھوں سے بچایا۔ سکھوں کا منہ دکھایا۔ سچا رستہ بتایا۔ مگر ہم اپنی بدبختی اور شامت اعمال سے سیدھے رستے پر نہیں چلتے۔ الٹی اور ٹیڑھی چالیں چل کر بدی و ناپاکی اور پاپ کے گڑھے میں جا گرتے ہیں۔ پھر وہ رحیم و کریم خدا ہماری رہنمائی اور دستگیری کے لئے اوتار دھار تلے ہے اور ہمیں بھلائی کی راہ بتاتا ہے۔ چنانچہ اس کلجگ میں ہماری ہدایت اور رہبری کے لئے تیسرے اوتار وہ مہاتما پرش تھے جن کا بیان آئندہ اوراق میں ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے ؂

۱۔ ابتدائی حالات

خاندان

اجودھیا پوری کے مشہور پرانے خاندان سورج بنسی میں راجہ رامچندر جی وہ دھرم مورت راجا تھے جن کے نام نامی سے ہندوستان کا بچہ بچہ آشنا ہے۔ ان کے دو بیٹوں لو اور کش

نے لاہور و قصور بسا کر دتوں یہاں حکمرانی کی۔ ہوتے ہوتے سلطنت ہاتھ سے گئی اور ان دونوں بھائیوں کی اولاد مختلف شاخوں میں منقسم ہو کر مختلف کاروبار کرنے لگی۔ چنانچہ راجہ کش کی اولاد میں سے جو لوگ ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض بیدی کہلاتے ہیں جن کی ایک شاخ کا نام بھلے ہے۔ ان میں سے لالہ تیج بھان صاحب جن کی شادی سلکھنی جی کے ساتھ ہوئی تھی۔ موضع باسر کی میں رہتے تھے + یہ مقام ضلع امرت سر کی تحصیل ترنتارن میں ترن تارن سے شمال مشرق کی جانب ۴ کوس کے فاصلے پر آباد ہے +

پیدائش

لالہ تیج بھان کے گھر سولکھنی جی کے بطن مبارک سے موضع باسر کی میں وہ مولود مسعود پیدا ہوئے جن کا نام انہوں نے امرداس رکھا۔ اور آخر کار وہی تیسرے گرو ہوئے۔ ان کی پیدائش سلطان بہلول لودھی کے زمانے ۴ بیساکھ سمت ۱۵۳۶ بکرمی مطابق ۱۴۷۹ء یا ۸۸۴ھ کو جمعے کے دن پہر رات رہے وقوع میں آئی +

موضع باسر کی میں ان کی پیدائش کی یادگار میں ایک عالیشان گوردوارہ بنا ہوا ہے جس کے نام پر سرکار انگریزی کی طرف سے کچھ جاگیر بھی مقرر ہے +

تعلیم

جن لوگوں نے ان کے حالات تحریر کئے ہیں ان میں سے کسی نے بھی نہ تو ان کے بچپن کے حالات لکھے ہیں اور نہ ہی ان کی تعلیم کی بابت کچھ ذکر کیا ہے۔ مگر ان کے تمام حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لکھنے پڑھنے سے ناآشنا نہ تھے +

بچپن

بچپن ہی سے ان کو فقیروں سادھوؤں سے ملنے اور ان کی خدمت کرنے کا شوق تھا۔ ان کی شیریں زبانی سے سب لوگ ان سے خوش تھے۔ ان کو ایشور کی بھگتی کا خیال دامنگیر رہتا۔ ماں باپ کے پورے پورے فرمانبردار تھے۔ ان کی اجازت بغیر کوئی کام نہ کرتے ان کا کہا مانتے۔ اور کسی طرح بھی انہیں خفا ہونے

کا موقع نہ دیتے ؛

بیاہ

جب ان کی عمر ۱۵ برس کی ہوئی تو انہیں تیرتھ یاترا کرنے کا شوق ہوا۔ چنانچہ گنگاجی کے اشنان کو گئے۔ وہاں سے واپس آئے۔ تو ان کی نسبت قرار پائی۔ اس کے بعد وہ پھر گنگاجی کے اشنان کو چلے گئے۔ وہاں سے آجانے کے چند روز بعد بڑی دھوم دھام سے ان کی شادی ماتا رام کور جی کے ساتھ ۱۱۔ ماگھ سمت ۱۵۵۶ بکرمی مطابق ۱۴۹۹ء میں سلطان سکندر لودھی کے زمانے ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی ؛

پیشہ

ان کا والد دکانداری کر کے اپنا گزارہ کرتا تھا۔ یہ بھی اس کے ساتھ مل کر دکانداری کرتے رہے۔ باپ سر سے گزر گیا۔ تو گھر کا سارا بوجھ ان کے سر پر آپڑا۔ مگر یہ بڑی محنت و مشقت سے اپنا کام کرتے اور اپنے کنبے کو پالتے ؛

تیرتھ یاترا

ان کو تیرتھوں کی یاترا کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ انہوں نے گرو انگد صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے کوئی اکیس دفعہ پاپیادہ چل کر گنگاجی کا اشنان کیا ہے۔ پہلی دفعہ جب وہ گنگاجی کے اشنان کو گئے ہیں۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ گرو انگد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اس وقت یہ اکسٹھ برس کے بڈھے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ۴۶ برس میں ۲۱ دفعہ گنگاجی کا اشنان کیا۔ یا یوں کہئے کہ وہ ایک سال تو گھر میں رہتے۔ دوسرے سال گنگاجی کو چلے جاتے۔ اس پُر آشوب زمانے میں جب کہ سفر کے وسائل آسان نہ تھے بلکہ پاپیادہ جانا پڑتا تھا۔ رستے میں چور چکار اور لوٹ مار کا خطرہ دامنگیر رہتا تھا۔ اتنی دفعہ گنگاجی کے اشنان کو جانا اس امر پر دال ہے کہ ان کے دل میں ایشور کی بھگتی کی پوری پوری لگن تھی اور وہ صدق دل سے عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ ہاں ایک مرشد کامل کی ضرورت تھی جس

کی رہنمائی سے وہ اعلےٰ رتبے کو پہنچ سکتے تھے - سو ان کی مخلصانہ خداپرستی نے ان کو تیرتھ یاتروں میں ہی کامل مرشد کی تلاش کا سبق پڑھایا جس کا مفصل ذکر آگے آتا ہے ؎

۲- مرشد کی تلاش اور اس کو پانا

مرشد کی تلاش کا خیال

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ گنگا اشنان کے بعد ہندوؤں کے بڑے بھاری تیرتھ کورچھیتر میں گئے ہوئے تھے کہ ایک برہم چاری پنڈت نے ان کے پاؤں میں پدم کا نشان دیکھ کر کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم پرم دھرم کے راجا بنو گے - انہوں نے جواب دیا کہ جو ایشور کی مرضی ہے وہی ہوگا - اس کے بعد اُس برہمن نے انہیں کہا - مجھے پیاس لگی ہے ذرا پانی تو پلا دو - انہوں نے بڑے چاؤ سے اسے پانی پلایا - پانی پینے کے بعد برہمن نے ان سے پوچھا تمہارا گرو کون ہے - انہوں نے کہا میں نے تو اب تک کسی کو گرو نہیں بنایا - اتنا سُن برہمن بہت خفا ہوا اور چلا کر بڑے غصے سے کہنے لگا کہ میں نے بڑا پاپ کمایا کہ اس بے مرشد کے ہاتھ سے پانی پی لیا - ان پر برہمن کی اس بات نے بہت بڑا اثر ڈالا - ان سے معافی مانگی اور کہا کہ میں گھر جاتے ہی ضرور گورو دھارن کروں گا - آپ اس خفگی کو جانے دیجئے اور صبر سے کام لیجے - اس کے بعد برہمن نے تو اپنی راہ لی اور یہ اپنے وطن میں واپس آئے ؎

مرشد کی تلاش

کورچھیتر میں برہمن نے ان کے دل میں جو خیال پیدا کیا تھا وہ زائل ہونے والا نہ تھا - اس لئے اس وقت سے انہوں نے مرشد کی تلاش شروع کی - جوگی بیراگی - جنگم جٹا دھاری سنیاسی اوداسی وغیرہ ہر قسم کی سادھ سنگتوں میں جاتے ہندو سادھ ہوں یا مسلمان فقیر - سب کی خدمت میں حاضر ہوتے - ان سے ان کے اُپدیش یا وعظ و نصیحت سنتے - مگر ان کے دل کو کسی کے

کلام سے اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ اسی واسطے ان میں سے کسی ایک کو بھی انہوں نے اپنا گرو نہ بنایا۔ ہاں دل میں مرشد کامل کے ملنے کا شوق شعلہ زن تھا اور ہر وقت اس کے دیدار کے لئے پروانہ وار مضطرب اور دل سوختہ رہتے تھے۔

[illegible]

ایک دن یہ بہت سویرے اٹھے۔ کہ پاس ہی کے ایک مکان سے ان کے کان میں ایسی دل لبھا لینے والی بانی کی آواز پڑی کہ اسے سن کر یہ محو ہو گئے پھر بڑے غور سے اس کو سنتے اور دل کا اطمینان حاصل کرتے رہے۔ غرض اس کلام نے ان کے دل پر بہت بڑا اثر کیا اور ان کے مضطرب دل کو اطمینان و طمانیت کا سرور حاصل ہوا۔ پھر کیا تھا اس بانی کے مصنف کے گرویدہ ہو گئے اور چاہا کہ جس مہاتما کا یہ کلام ہے وہی اس قابل ہے کہ میں اسے اپنا گرو دھاروں۔ یہ ارادہ کر کے انہوں نے بانی پڑھنے والے کا پتا لیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ ان کی اپنی رشتے کی بہو ہے۔ یعنی جس آواز نے ان کے دل میں اطمینان کی خوشی پیدا کی تھی وہ ان کے بھتیجے کی بی بی تھی جس نیک نہاد کا نام نامی بی بی امرو صاحبہ تھا۔ اور وہ گرو انگد جی کی صاحبزادی تھیں۔ اور ہر روز صبح اٹھ کر جپ جی صاحب کا پاٹھ کیا کرتی تھیں۔

اس امر کے معلوم ہونے پر ان کو بہت ہی خوشی ہوئی کہ کسی اور کے پاس جانا نہ پڑا۔ اپنے ہی گھر سے گرو کا پتا مل گیا۔ غرض وہ بی بی امرو صاحبہ کی خدمت میں آئے اور کہا تم جو بانی پڑھ رہی تھیں وہ کس کی بنائی ہوئی ہے۔ مجھے ان کی خدمت میں لے چلو۔ یہ سن کر بی بی صاحبہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور اپنے پیارے گرو کی یاد میں بے اختیار ہو گئیں۔ آخر کہا۔ جن کی یہ بانی ہے وہ تو کرتار پور کے چرنوں میں جا بسے۔ ہاں ان کی گدی پر جو دھرم مورت براجمان ہیں۔ وہ میرے والد بزرگوار ہیں۔ میں نے ان سے ہی یہ بانی جس کا نام

جب جی صاحب سے - سیکھی ہے اور فیض پایا ہے - امید ہے کہ آپ بھی ان کی خدمت میں جائیں گے - تو بڑا لابھ اُٹھائیں گے - انہوں نے کہا بی بی - میں تو اتنی عمر بھولا رہا - بیسوں دفعہ گنگا جی گیا - تیرتھ - دان - برت - پن کئے - دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی - سادھ سنگتوں کی خدمت میں لگا رہا - مگر کچھ نہ پایا - عمر ضائع کرتا رہا - کیونکہ اب کی دفعہ کورچھیتر میں ایک پنڈت نے مجھ سے پانی مانگا - میں نے دیا اور اس نے پیا - پھر مجھ سے پوچھا - تیرا گورو کون ہے - میں نے کہا کہ ابھی تک تو میں نے کوئی گرو نہیں دھارا - اس پر وہ سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے بڑا پاپ کیا کہ تیرے ہاتھوں پانی پی لیا - برہمن کا بچن سنتے ہی میرے دل پر چوٹ لگی - میں اسی وقت سے مرشد کامل کی تلاش میں ہوں - ہندو مسلمان سب قوموں کے فقیروں اور سادھوؤں سے ملا ہوں مگر میرا دل ہے کہ ان کے اُپدیش و نصیحت سے مطمئن نہیں ہوتا اور ان میں سے کوئی بھی مجھے ایشور کا رستہ نہیں بتاتا - اگر آپ کے والد ایشور کا راستہ بتاتے ہیں تو مجھے ان کے پاس لے چلو - تمہارا بڑا اپکار ہوگا +

ان کے کہنے پر بی بی صاحبہ اپنے دھرم پتی کی اجازت سے ان کو اپنے ساتھ اپنے والد کی خدمت میں لے گئیں - جب کھڈور صاحب پہنچیں تو ان کو باہر بٹھا گئیں اور آپ والد کی خدمت میں اندر گئیں - انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا بی بی تم اپنے سسر کو باہر کیوں چھوڑ آئی ہو - اسے بلا لاؤ - بی بی جی نے حکم کی تعمیل کی اور انہیں اندر لے گئیں - گرو جی نے ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا اور بڑی مہربانی کے ساتھ پیش آئے - یہ درشن کرتے ہی نہال ہو گئے اور دیدار جمال میں ایسے مگن ہوئے کہ دنیا کے سب خیال دل سے مٹ گئے +

تھوڑی ہی دیر بعد گرو جی کا لنگر تیار ہوا تو ساری سنگت

اور گرو صاحب کھانا کھانے کو بیٹھے۔ انہوں نے دیکھا کہ لنگر میں مہاں پرشاد بٹ رہا ہے۔ یہ تو ویشنو تھے۔ دل ہی دل میں کہنے لگے میں یہ کھانا کیونکر کھا سکتا ہوں۔ میرے لئے اس قسم کا بھوجن پانا بڑے شرم اور پاپ کی بات ہے۔ میں تو ایسے نہ کھاؤں گا۔ ہاں اگر یہ گرو صاحب مرشد کامل اور سچے گرو ہیں تو میرے دل کی بات پا کر مجھے یہ کھانا نہ دلوائیں گے۔ غرض یہ تو اس قسم کے خیالات میں مستغرق تھے۔ ادھر رسوئیہ آہستہ آہستہ بھوجن بانٹتا ہوا ان کے اتنا نزدیک آ پہنچا کہ دو تین شخصوں کے بعد ان کو کھانا ملنے کی باری آنے والی تھی۔ اس وقت گرو صاحب نے رسوئیے کو حکم دیا جو شخص آج نیا آیا ہے۔ اس کے سامنے مہاں پرشاد نہ رکھنا۔ اتنا سنتے ہی اُن کے دل میں یقین ہو گیا کہ یہ مہاتما سچے گرو ہیں۔ پھر تو ایک دل کی بجا ہزار دل سے گرو انگد صاحب کے شیدائی بنے اور خلوص نیت کے ساتھ ان کے معتقد ہو گئے۔

اب دنیا کے دھندوں کو چھوڑ کر گرو صاحب کی خدمت میں حاضر رہنے کی دھن لگی۔ وہ دن تو اکیلے بیٹھ کر بھجن کرنے میں کاٹا۔ دوسرے دن جس موقع پر گرو انگد صاحب پرشاد چھک رہے تھے۔ ان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ مجھے بن مانگے سبت پرشاد یعنی گرو صاحب کے کھانے میں سے حصہ ملے تو میری پرالبدھ بہت ہی اچھی ہو گی۔ ان کے دل میں جونہی یہ خیال گزرا۔ گرو صاحب نے اپنے کشف سے اسے معلوم کر لیا اور خود انہیں بلا کر پرشاد عطا کیا۔ جس پر ان کا یقین اور اعتقاد بہت پختہ ہو گیا اور اسی دن سے ترک دنیا کر کے بڑے پریم سے گرو صاحب کے مرید بن کر ان کی خدمت گزاری میں مصروف ہو گئے۔ یہ واقعہ سمت ۱۵۹۷ بکرمی مطابق ۱۵۴۰ء کا ہے یعنی جس سال ہندوستان کی سلطنت ہمایوں سے شیر شاہ سوری نے چھین لی اسی سال انہوں نے

گرو انگد صاحب کی مریدی کا شرف حاصل کیا۔

۳۔ گرو انگد صاحب کی خدمتگذاری

خدمتگذاری

انہوں نے مرید ہونے کے بعد ترک دنیا کر کے گرو صاحب کی خدمت میں رہنا اختیار کیا۔ باوجودیکہ اکسٹھ باسٹھ برس کے بڈھے آدمی تھے۔ جوانوں سے بھی بڑھ کر محنت سے خدمت کرتے۔ گرو صاحب جو حکم دیتے بجالاتے۔ ان کی ہر طرح کی خدمت کرنے کو اپنا فخر سمجھتے اور کیسا ہی مشکل سے مشکل کام کیوں نہ ہو۔ بڑے پریم سے کر دیتے۔

کھڈور صاحب سے اس وقت دریائے بیاس تین کوس کے فاصلے پر آباد تھا۔ گرو صاحب ہر روز دریا کے پانی سے اشنان (نہایا) کرتے تھے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ آدھی رات کو اُٹھتے۔ چاندنی رات ہو یا اندھیری رات۔ آندھی چلے یا مینہ برسے۔ یہ گاگر لے کر کھڈور صاحب سے چلکر دریا پر جاتے۔ پہلے آپ نہاتے۔ پھر گاگر بھرتے اور خود اٹھا کر دھرم سالہ میں لاتے۔ گرو صاحب کو اشنان کراتے۔ ادھر ادھر آتی جاتی دفعہ کبھی گرو صاحب کی طرف پیٹھ نہ کرتے جب پیٹھ ہو جانے کی صورت بنتی نظر آتی تو الٹے پاؤں چلا کرتے تاکہ گرو جی کی بے ادبی نہ ہونے پائے۔

گو اپنے گھر میں یہ خاصے راضی تھے مگر ان کے گرو صاحب کی خدمتیں کرنے سے کئی دفعہ ان کو لوگوں نے طنزاً کہا کہ اس بڈھے کو دیکھو اپنا بھلا چنگا گھر بار چھوڑ اہل و عیال سے منہ موڑ گرو کے ٹکڑوں پر آپڑا ہے۔ لیکن انہوں نے ان باتوں کی ذرا بھی پروا نہ کی اور خلوص نیت سے جس خدمت کو اپنے ذمے لیا تھا بڑے پریم سے نبھائے چلے گئے۔

ایک دفعہ گرو انگد صاحب نے ان کو ڈیڑھ گز کا صافہ عنایت کیا۔ انہوں نے اسے اپنے سر پر باندھ لیا اور اسے سر پر سے نہ اتارا

گروجی نے اس طرح ان کو دس بارہ دفعہ صافے بخشے۔ یہ پہلے صافے پر ان کو بھی باندھتے چلے گئے۔ کسی کو بھی سر سے نہ اتارا۔ گو لوگوں نے اس پر بھی طنز و تمسخر کیا مگر انہوں نے نہ کبھی لوگوں کے طعن و تشنیع کا خیال کیا۔ نہ کبھی مشکلوں اور تکلیفوں سے ڈرنے۔ نہ کپڑوں کے پھٹے پرانے ہونے پر کڑھے۔ نہ اپنی جان تک کی پروا کی۔ غرض دن جائے یا رات۔ جاڑا ہو کہ برسات۔ کڑاکے کی دھوپ نکلے یا مینہ برسے۔ اندھیری کا طوفان برپا ہو یا بالا پڑے۔ بادل کڑکے یا بجلی چمکے۔ تن بدن پر کپڑا ہو یا نہ ہو۔ کھانے کو ملے یا نہ ملے۔ یہ ہر حال میں گروجی کے چرنوں میں رہنے کو غنیمت سمجھتے اور اسی خوشی میں مگن رہتے۔ کبھی گروجی کی خدمت سے جی نہ چراتے۔ سانپ بچھو کے کاٹنے۔ شیر جیسے درندہ جانوروں کے پھاڑ کھانے کو خاطر میں نہ لاتے اور بے دھڑک جہاں جب حکم ہوتا چلے جاتے۔ غرض باوجود پیرانہ سالی وضعف عمری پورے بارہ برس اس جانکاہی اور جاں نثاری کے ساتھ خدمت کی کہ ان کے حالات سن کر ان کی ہمت پر آفرین کئے بغیر رہا نہیں جاتا۔ گرو کے سیوکو بولو دھن گرو امرداس جی مہاراج ؞

بھائی جیٹھا جی

انہوں نے گرو صاحب کی خدمت میں جو کٹھن اور مشکل سے مشکل کام کئے ہیں۔ ان میں سے دو کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ گو ان کی مخلصانہ خدمات سے گرو صاحب ہمیشہ خوش رہا کرتے ہی تھے مگر مندرجہ ذیل خدمات میں سے دوسری ان کی آخری خدمت تھی جس کے بعد گرو صاحب نے بے حد اظہار مسرت فرما کر انہیں اپنی جگہ جانشین ہونے کا منصب عطا فرمایا اور انہیں اپنی خدمت سے سبکدوش کر کے گوندوال میں بھیج دیا اور باقی عمر وہیں بسر کرنے کا حکم فرمایا۔

ا۔ ٹہل اور سیوا کرتے کرتے ان کو یہاں تک قرب حاصل ہو گیا تھا کہ انہیں گرو صاحب کے پاس سونے کی اجازت ملی ہوئی تھی۔ ایک دن کی بات ہے کہ انہوں نے گرو صاحب کو سوتے پا کر دیکھا کہ ان کے

انگوٹھے میں پھوڑا ہے - انہوں نے خیال کیا کہ اس سے گرو صاحب کو تکلیف ہوتی ہوگی - اس لئے انہوں نے گرو صاحب کو سکھ پہنچانے کی نیت سے اپنی جان پر کھیل کر اسے چوسنا شروع کیا - یہاں تک کہ اس کی ساری آلائش چوس گئے اور پھوڑا بالکل اچھا ہو گیا +

اس پھوڑے کی نسبت قابل وثوق روائت ہے کہ جب بابا نانک دیو نرنکاری جوتی سروپ نے گرو انگد جی کو گدی نشین بناتے وقت نمسکار کی تو انگد جی نے عرض کی کہ مجھ مہاں پاپی نیچ کو آپ نے نمسکار کی ہے ایسا نہ ہو اس سے میری دیہ کو کشٹ (کوڑھ - برص) نہ ہو جائے - بابا صاحب نے فرمایا نہیں ایسا نہیں - تم ہمارے سروپ ہو - اس واسطے ہم نے تمہیں نمسکار کی ہے - کوئی مرض نہیں ہونے کا - ہاں اس بات کی نشانی رہے گی جو اس پھوڑے کی صورت میں تھی +

گرو انگد صاحب کے پھوڑے کی اس حقیقت سے ان کو واقفیت نہ تھی اس لئے وہ ایسا کام کر بیٹھے جس کا ذکر ہو چکا - لیکن جب گرو انگد صاحب ظاہری خواب سے بیدار ہوئے تو انہوں نے پھوڑا نہ دیکھ کر خفگی سے فرمایا - یہ تو گرو جی مہاراج کی نشانی تھی - تم اسے دیکھ نہ سکے - اس پر انہوں نے گرو صاحب کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر اس نادانستہ قصور پر معافی مانگی - گرو صاحب نے رحم کیا اور ان کی بے سمجھے غلطی کو معاف کر دیا - اس کے بعد وہ پھوڑا حسب معمول پھر گرو انگد صاحب کے انگوٹھے پر ظاہر ہو گیا +

۲ - ایک دفعہ جاڑے کے موسم میں ایسا اتفاق ہوا کہ ساری رات بارش ہوتی اور آندھی چلتی رہی - ایسا اندھیرا چھایا کہ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا - بادل کی کڑک بیدلوں کے سینے دہلاتی تھی - بجلی کی چمک گو لمحہ بھر کے لئے اجالے کا منہ دکھاتی تھی - مگر ساتھ ہی موت کی بھیانک اور ڈراونی صورت آنکھوں کے سامنے لاتی تھی - غرض اس رات گھر سے باہر قدم نکالنا موت کا سامنا تھا - مگر ان کی جواں ہمتی اور اعتقاد کو دیکھو کہ رات کے

سنے ایسے کٹھن وقت پر انہوں نے نہ تو بجلی کے گرنے سے جان جاتے رہنے کا خیال کیا۔ نہ شدت کی سردی اور جاڑے سے گھبرائے۔ نہ ان کے دل میں مینہہ سے بھیگ جانے کا کچھ اندیشہ ہوا۔ حسب معمول گاگر اٹھائی اور دریا میں سے پانی لانے کو چل کھڑے ہوئے۔ راستے میں زور کی بارش سے میدان بھی دریا بن رہا تھا اور دریا تو طغیانی پر آکر سمندر کو بھی شرما رہا تھا۔ مگر دھن بڈھے امرداس جی کا جوانوں سے بھی بڑھ کر حوصلہ اور ہنور کہ دریا پر گئے۔ آپ اشنان کیا۔ پھر گاگر بھری اور کھڈور صاحب میں واپس آئے +

گاؤں میں آئے تو اور بھی عجیب واقعہ ہوا۔ اندھیری رات میں جب ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا یہ گاگر اٹھائے چلے آتے تھے کہ ایک جولاہے کی کارگاہ کے کیلے سے ان کا پاؤں ٹکرایا۔ دھڑام سے گرے اور زمین پر آ رہے مگر اس وقت میں انہوں نے اپنی جان کی کچھ فکر نہیں کی بلکہ گاگر کو سنبھالنے اور پانی کے گر جانے سے بچانے کی کوشش کی۔ اور اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ اس وقت جولاہے نے جس کا گھر پاس ہی تھا۔ اپنی جورو سے پوچھا یہ کون گرا۔ اس نے کہا بیچارے امرو نتھاوے کے سوا اس وقت میں یہاں اور کون آنے اور گرنے والا ہے۔ وہی ہوگا۔ انہوں نے جولاہے کی عورت کا یہ کہنا بھی سنا مگر اس کا ذرا بھی خیال نہیں کیا اور اپنے دل پر ملال آنے تک بھی نہیں دیا۔ پانی لائے اور گرو جی کو حسب معمول اشنان کرایا +

کشف کے ذریعے سے گرو انگد صاحب کو یہ سارا حال معلوم ہوگیا اور وہ ان پر از حد مہربان اور خوش ہوئے۔ صبح دربار لگا تو گرو جی نے اس جولاہے کی عورت کو دیوانخانے میں بلا کر پوچھا سچ بتا رات کیا ہوا اور تم نے کیا کہا۔ گرو صاحب کا حکم تھا۔ جولاہی نے سارا ماجرا من وعن کہ سنایا۔ گرو جی نے ان کی اس جانبازی اور جاں نثاری پر رقت فرمائی۔ جوش محبت میں آنسو بھر لائے

پھر سر دربار امرداس جی کو اپنے گلے سے لگایا اور بلند آواز سے فرمایا ہ۔

گورو امرداس۔ نتھاؤں کے تھاں۔ نمانیوں کے مان۔ بے اوٹاں کی اوٹ۔ یعنی یہ گرو امرداس جسے جولاہی نے بے ٹھکانا بتایا ہے بے ٹھکانے لوگوں کے لئے ٹھکانا ہیں۔ عاجزوں اور بے کسوں کا سہارا ہیں۔ بے پناہ آدمیوں کے واسطے جائے پناہ ہیں ؛

یہ واقعہ سمت ۱۶۰۹ بکرمی مطابق ۱۵۵۲ء کا ہے۔ اس سے خوش ہوکر گرو صاحب نے اتنا ہی اظہار مسرت نہیں کیا جو اوپر بیان ہو چکا بلکہ اس کے بعد ہی ان کو اپنا جانشین بنایا اور گوریائی کی فضیلت بخشی۔ سچ ہے کرکرد کہ نیافت۔ کسی شاعر کا مقولہ ہے اور کیا ہی درست ہے ؎ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ اسی مضمون کے متعلق شیخ سعدی صاحب کا بھی نہایت برجستہ مصرعہ یوں ہے ؎ مہتری در قبول فرمان است +

جس میخ سے ٹھوکر کھاکر یہ گرو صاحب گر پڑے تھے۔ اس جگہ کو خرید کر وہاں ایک عالیشان گرودوارہ بنایا گیا جو اب تک موجود ہے +

گوئندوال کا حکم

دوسری بادشاہی کی سوانح عمری میں یہ تو بیان کیا گیا ہے کہ گوندا مروا ہے کھتری کی درخواست پر گرو انگد صاحب نے ان کو اس کے ساتھ بھیج کر گوئندوال آباد کرایا تھا۔ مگر وہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ حکم کس موقعہ پر دیا گیا تھا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گوئندوال کی آبادی کا حکم گوریائی کی فضیلت عطا ہونے کے بعد ملا تھا۔ لیکن اگر اس منصب کا انہیں ملنا سمت ۱۶۰۹ بکرمی میں صحیح سمجھا جائے جس کی عدم صحت کے لئے بظاہر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور قصبہ گوئندوال کے آباد ہونے کی تاریخ سمت ۱۶۰۳ قرار دی جائے جیسا کہ بعض روایتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ تو اس سے

صاف ظاہر ہے کہ گوئندوال کی آبادی کے لئے ان کا گوندا کے ہمراہ جانا فضیلت گوریائی کے حصول سے پہلے کا واقعہ ہے ۔ اور جہاں تک قیاس کیا جا سکتا ہے ۔ یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے ۔ البتہ اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ گرو انگد صاحب نے ان کو اپنا جانشین قرار دیتے ہی حکم دے دیا تھا کہ اب تم گوئندوال میں جا رہو اور وہیں اس کام کو شروع کرو جو ایشور کی مرضی سے تمہارے سپرد کیا گیا ہے ۔ سو انہوں نے اپنے ست گور کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے اہل و عیال سمیت گوئندوال میں چلے گئے ؀

۴۔ گدی نشینی سے وفات تک کے حالات

گدی نشینی

گرو انگد صاحب نے سمت ۱۶۰۹ بکرمی مطابق ۱۵۵۲ء میں اس دار ناپائدار سے عالم عقبےٰ کی راہ لی اور اُن کے حکم کے بموجب یہ ان کی بجا قصبہ گوئندوال میں گدی نشیں ہوئے ۔ اور گرو انگد صاحب کے دونوں بیٹوں کے سوا انکو اور تمام سکھوں اور سیوکوں نے اپنا گرو مان لیا ؀

---- انہوں نے اپنے گرو صاحب کے بعد بڑا جگ کیا ۔ بہت خیرات دی اور ایک سال تک ماتم رکھا ۔ پھر گوئندوال میں ایک کوٹھری کے اندر بیٹھ کر جسے اندر سے بند کر لیا تھا سات دن رات پرمیشور کے بھجن بولنے اور بندگی کرنے میں مصروف رہے ۔ اب اس جگہ کا نام چنارہ صاحب ہے اور وہاں ایک گوردوارہ بنا ہوا ہے ؀

روزانہ معمول

ان کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر روز سوا پہر رات رہے اُٹھتے ۔ کیسوں سمیت اشنان کرتے ۔ پھر سورج چڑھے تک بھجن پڑھتے رہتے ۔ اس سے فراغت پاتے تو دیوان لگتا ۔ اپدیش کا فیض جاری ہوتا ۔ اپنے گروؤں کا کلام اور خود اپنی بنائی ہوئی بانیاں جن میں خدا کی حمد و ثنا ۔ ایشور کی بھگتی اور پند و نصائح کا مضمون

ہوتا نہایت میٹھی اور دلآویز آواز سے سامعین کو سنا کر انہیں محفوظ فرماتے۔ لوگ بڑے چاؤ اور جوش و محبت کے ساتھ ان کے اپدیش سنتے اور نہایت خلوص نیت اور عقیدت کے ساتھ ان کے سیوک بنتے ٭

سوا پہر کے بعد لنگر کھلتا۔ مہمانوں۔ سیوکوں۔ غریبوں اور محتاجوں میں کھانا بٹتا۔ جب سب لوگ کھاپی چکتے۔ آپ بھی تھوڑا سا سادہ چاول یا دلیا یا بے نمک آش جو (ادگرا) کھاتے۔ پرشاد چھک چکتے۔ تو ایک پنڈت جی سے وید اور شاستروں کی کتھا سنا کرتے۔ اتنے میں لوگ ان کے درشنوں کو جمع ہو جاتے۔ تو تیسرے پہر دوبارہ دیوان لگتا۔ در فیضان کھلتا اور پند و نصائح کا مینہ برستا۔ شام ہوتی نورات کا لنگر بٹتا اور لوگ ان کے فیض عام سے سیر ہوتے ٭

یہ اکثر بندگی و عبادت میں لگے رہتے تھے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ ایک دیوار میں میخ گڑوادی تھی اسے پکڑ کر کھڑے رہتے۔ خدا کی یاد میں رہتے اور عبادت و بندگی کا حق ادا کرتے۔ یہ میخ اب روپہلی بن گئی ہے ٭

ان کے زہد و ریاضت کے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بہت ہی کم سوتے تھے اور بیٹھ کے بل بستر پر سونا تو گھنٹہ بھر سے بھی زیادہ نہ ہوتا تھا۔ اگرچہ نوّے سے زیادہ برس کی عمر پا کر عالم عقبےٰ کو سدھارے۔ مگر کبھی زہد و ریاضت میں کمی نہ ہوئی جو وتیرہ اختیار کیا اسے مرتے دم تک برابر نبھائے چلے گئے ٭

ان کے روزانہ کاموں میں سے ایک اور کام قابل ذکر ہے جس سے ان کی ان تھک ہمت اور اپنے گرو کی محبت کا بعید پتا چلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ گوئندوال سے چل کر ہر روز کھڈور صاحب جا نے اپنے گرو جی کے ڈیرے کے درشن کرتے۔ پھر الٹے قدم چل کر گوئندوال

واپس آتے - اس سے یہ مطلب تھا کہ گرو صاحب کے ڈیرے کی طرف پیٹھ نہ ہو کیونکہ ان کے خیال میں گرو صاحب کی طرف پیٹھ کرنا سخت بے ادبی تھی*

ان کی شیریں زبانی - عبادت و بندگی - پُراثر کلام اور دلکش اُپدیشوں پر فریفتہ ہو کر ہزاروں بندگان خدا نے ان کی مریدی کا شرف پایا - اور سکھوں کی تعداد میں بہت بڑی ترقی ہوئی - لوگوں کے رجحان عام سے نذر و نیاز کا انداز بھی پہلے سے بہت بڑھ گیا مگر ان کا قاعدہ تھا کہ جو کچھ بھی آتا - لنگر میں صرف کر دیتے - رات تک کچی کوڑی بھی پاس نہ رہنے دیتے کبھی کچھ کھانا بچ رہتا - تو مویشیوں کو کھلا دیا کرتے - اپنے بدن پر کے کپڑوں کے سوا کوئی کپڑا بھی رہنے نہ دیتے*

لنگر

ان کا لنگر بہت وسیع تھا - ہر وقت طرح طرح کے کھانے پکا کرتے - غریب غربا - محتاجوں اور فقیروں میں بٹتے - جو لوگ ان کے درشنوں کو آتے - وہ بھی لنگر ہی سے کھانا کھاتے بلکہ اس بارے میں ذرا سختی کا برتاؤ ہوتا - یعنی لنگر میں جا کر ان کے خوان نعمت سے مستفیض ہونا دولت دیدار کے لئے سخت ضروری تھا - جو شخص لنگر سے کھانا نہ کھاتا - اسے درشن ہی نہ دیتے - ساتھ ہی تقسیم طعام میں ذات پات کی قیود کا لحاظ نہ کیا جاتا - کھتری ہو یا برہمن - ویش ہو یا سود - سب کو اکٹھا بٹھا کر کھانا کھلایا جاتا*

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کوئی برہم چاری ان کے درشنوں کو آیا - لنگر میں ذات پات کی قیود کا کچھ لحاظ نہ پایا - اس واسطے اس نے کھانا نہ کھایا - لنگر سے بھوجن پائے بغیر درشن ہونا محال تھا - اس لئے درشن کئے بغیر ہی واپس چلا گیا - مگر دولتِ دیدار سے محروم رہنے کے سوا ایک عجیب مصیبت میں گرفتار رہا - یعنی جہاں کھانا پکانے کے لئے چولھا بنانے کو زمین کھودتا - ہڈیوں کا ڈھیر نکل آتا -

اُس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چولھا بنانے کی کوشش کرتا۔ تو بھی وہی حال ہوتا۔ غرض کئی دن اس حالت میں رہکر بھوکا رہا۔ فاقوں کے مارے سخت لاچار ہوا تو اسے خواب میں یہ اشارہ ملا کہ تم جب تک۔ گورو امرداس جی کے لنگر کا کھانا نہ کھاؤ گے۔ اس مصیبت سے رہائی نہ پاؤ گے۔ ناچار واپس آیا۔ لنگر میں بھوجن بھی پایا اور شرف دیدار سے بھی مشرف ہوا ✣

داتو جی کی نا انصافی

گرو انگد صاحب کے بیٹے داتو جی اپنے والد کی وفات کے چند روز بعد گوئندوال میں آئے اور یہاں آکر دیکھا کہ ہر روز ان کے سامنے نذر و نیاز کا بہت سا روپیہ آجاتا ہے۔ یہ دیکھ کر داتو جی کا دل روپے پیسے کے لالچ سے قابو میں نہ رہا۔ مال و دولت دنیاوی کے حصول کی حرص نے بے اختیار کر دیا۔ اس لئے اس نے زور سے انہیں ایک لات ماری۔ انہوں نے دل میں کسی کدورت کو نہ آنے دیا اور اپنے گرو کے ادب کے لحاظ سے نہایت عجز کے ساتھ داتو جی کو کہنے لگے مجھ سے کیا بے ادبی ہوئی ہے۔ جس پر آپ اتنے خفا ہیں۔ ذرا پاؤں ادھر کیجئے تاکہ میں دبا دوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کے پاؤں کو میرے بدن پر مارنے سے کچھ تکلیف پہنچی ہو۔ یہ سن کر داتو جی نے کہا تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اپنے گرو کے بیٹے کا یہ حکم پا کر وہ فی الفور اپنی جگہ کو چھوڑ کر باسرکی کو چلے گئے۔ گدی کو خالی پا کر داتو جی نے اس پر قبضہ کیا اور خود گدی نشین بن بیٹھے۔ مگر کوئی سکھ سیوک ان کے پاس نہ جاتا اور نہ نذر و نیاز کا روپیہ آتا جس کے لالچ میں اس نے یہ نامناسب کام کیا تھا۔ آخر کار لاچار ہو کر جس قدر روپیہ ملا۔ وہی لیکر چل دیا۔ مگر گھر لے جاکر اس سے فائدہ اٹھانا تو کہاں رستے میں ہی چوروں نے آدبایا اور سارا دھن زبردستی چھین لیا۔ پھر بیچارے داتو جی خالی ہاتھ اپنے گاؤں کو واپس گئے ✣

اب ان کا حال سنو کہ داتو جی نے جب انہیں کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ تو وہ موضع باسرکی میں چلے آئے اور ایک چوبارے میں بیٹھ کر اسے اندر سے بند کر کے تالا لگا لیا۔ پھر خدا کی عبادت میں مصروف ہو گئے ۔

داتو جی کی زیادتی اور گرو امرداس جی کے گدی کو چھوڑ کر چلے آنے کا حال سنکر سادھ سنگت بہت آزردہ ہوئی اور سب نے ملکر ان کی تلاش شروع کی مگر کچھ پتا نہ ملا۔ آخر کار بڈھا جی نے ان کی گھوڑی اصطبل سے چھوڑ دی اور جدھر وہ گئی سب لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ گھوڑی ان کے سراغ کو سونگھ کر موضع باسرکی میں آ پہنچی اور جہاں یہ براجمان تھے وہاں آ کر گھوڑی کھڑی ہو گئی۔ سب سادھ سنگت بھی ساتھ تھی۔ اس نے دیکھا کہ چوبارہ بند ہے اور اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں۔ ہر چند دروازہ کھلوانے کی کوشش کی گئی مگر گرو جی تو ایشور کی بھگتی میں مگن تھے دروازہ نہ کھلا۔ ساری سنگت درشنوں کے لئے سخت مضطرب تھی۔ اس لئے بڈھا جی نے چوبارے کے پیچھے کی دیوار میں نقب لگائی اور وہاں سے رستہ بنا کر سیڑھیوں پر چڑھے اور گرو جی کی خدمت میں حاضر ہو کر نمسکار کی۔ گرو جی بھائی بڈھا کی اس کاروائی پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص اس نقب کے رستے اندر آئیگا اس کی مکتی ہو جائیگی۔ چنانچہ سب لوگوں نے اسی رستے سے گرو صاحب کی خدمت میں جا کر درشن پانے کا لابھ اٹھایا ۔ اس کے بعد ساری سنگت کی التجا پر گوئندوال میں واپس تشریف لائے اور گدی پر بیٹھ کر خلائق کی رہنمائی میں مصروف ہو گئے ۔

اس نقب کی یادگار میں ایک عالیشان گوردوارہ بنا ہوا ہے جس کے پجاری ایک اوداسی سادھو ہیں۔ وہ جگہ جہاں نقب لگائی گئی تھی اب بھی موجود ہے۔ مگر اس میں اتنا تغیر کر دیا گیا ہے کہ نقب کے سوراخ کے ارد گرد اعلےٰ درجے کا سنہری رپہلی کام کیا ہوا ہے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب شیر پنجاب کی دھرم رکھشا اور عقیدت مندی کا ثبوت

دے رہا ہے *

گرو رامداس جی کی خانہ داری

سنہ ۱۵۵۴ء میں عادل شاہ سوری کے زمانے سمت ۱۶۱۱ بکرمی کے آخیر میں لاہور کے ایک نوجوان چھاڑی فروش جن کا نام جیٹھا مل تھا گوئند وال میں میلے اور رونق کا حال سن کر اپنی والدہ سمیت وہاں گئے اور چھاڑی لگا کر اپنا گذارہ کرنے لگے۔ گرو صاحب کو ان دنوں اپنی بیٹی بی بی بھانی جی کی نسبت کرنے کا خیال دامنگیر تھا چنانچہ جب وہ اپنے پروہت کو کسی اچھے لڑکے کی تلاش کے واسطے مقرر کر رہے تھے جیٹھا مل پاس ہی سودا بیچ رہے تھے۔ ماتا رام کور جی نے جیٹھا مل کی طرف اشارہ کر کے پروہت جی سے کہا کہ اتنا لڑکا ہو جتنا یہ چھاڑی فروش ہے۔ اس پر گرو جی نے فرمایا کہ پروہت جی اب کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں۔ داماد گھر بیٹھے مل گیا ہے۔ جیٹھا مل سودا بیچ چکے تو گرو جی نے انکو پاس بلا کر انکا حسب ونسب پوچھا اور جب معلوم ہوا کہ وہ کھتری ہیں تو بہت ہی خوش ہوئے اور چند روز بعد ۱۳ بیساکھ سمت ۱۶۱۲ بکرمی میں بڑی شان و شوکت سے اپنی بیٹی بھانی جی کی شادی جیٹھا مل جی کے ساتھ کر دی جن کا نام آخر میں گرو رامداس جی رکھا گیا *

اس کے بعد گرو رامداس جی بھی خلوص نیت کے ساتھ گرو جی کے سکھ بنے اور بڑی محنت کے ساتھ گرو صاحب کی خدمت کرنے لگے۔ بی بی بھانی جی نے تو اپنے والد کی خدمت میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا جسکا کچھ ذکر گرو رامداس جی کو گدی نشینی کا منصب عطا ہونے کے بیان میں آئندہ لکھا جائیگا *

چند مسلمان فقیروں کی ملاقات

ان کی جنم ساکھی لکھنے والوں میں سے بعض نے لکھا ہے کہ شیخ محمد طاہر۔ سید شاہ بلاول۔ اور خواجہ بہاری تو لاہور میں اور شاہ محمد مقیم حجرہ ضلع منٹگمری میں موجود تھے ان میں سے ہر ایک کو مسلمان لوگ ولی اللہ سمجھتے ہیں اور ان کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ یہ چاروں ان گرو جی کی بزرگی اور زہد و ریاضت کا شہرہ سن کر ان کے پاس آئے اور انہیں دیکھ کر متعجب رہ گئے۔ بعد ازاں پوچھا کہ آپ ایسے بزرگ ہو کر عبادت میں اتنی سخت محنت کیوں کرتے ہیں۔ انہوں نے ان کے سوال کے جواب میں یہ مثال سنائی۔ کہ ایک غریب آدمی

بازار کی خاک مٹی چھان کر پیسے کماتا اور اُنہیں پر گزارہ کرتا تھا۔ کسی کیمیاگر کو اس کی مصیبت پر رحم آیا اور اس کی خاک مٹی میں نامعلوم طور پر ایک لعل پھینک دیا جسے غریب آدمی بیچ کر بڑا دولتمند ہو گیا مگر اس نے اپنے پہلے پیشے کو نہیں چھوڑا۔ یہ دیکھ کر کیمیاگر نے اس سے پوچھا اب تو تم محتاج نہیں رہے۔ یہ پیشہ چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ اس نے جواب دیا یہ میری بڑی ناسپاسی ہوگی کہ میں اس پیشے کو چھوڑ دوں جسکی بدولت اس درجے کو پہنچا ہوں۔ سو میں نے بھی جو درجہ پایا ہے وہ زہد و ریاضت ایشور کی بھگتی اور عبادت کا نتیجہ ہے۔ پھر میں اسے کیونکر چھوڑ دوں۔ یہ معقول جواب سن کر وہ چاروں مسلمان فقیر دنگ رہ گئے۔ اس کے بعد اُنہوں نے ان سے پوچھا کہ نجات کا رستہ بتاؤ۔ انہوں نے کہا۔ تمام دنیاوی خواہشوں کو چھوڑ کر خدا کی یاد میں مصروف ہونے اور اس کی رضا پر شاکر رہنے ہی سے نجات ملتی ہے۔ غرض اس قسم کی قیل و قال اور بحث مباحثہ کے بعد وہ واپس چلے گئے +

اس روایت میں جن مسلمان فقیروں کے نام آئے ہیں۔ ان کے مختصر حالات جو مسلمانوں کی معتبر تاریخی کتابوں سے انتخاب کیے گئے ہیں حسب ذیل ہیں:۔

شیخ محمد طاہر صاحب پہلے سرہند میں شیخ احمد مجدد الف ثانی کے صاحبزادوں کے استاد تھے۔ بعد میں مجدد صاحب سے بیعت کی اور ایسے متقی اور زاہد ہوئے کہ بڑے اعلے درجے کے اولیاء اللہ میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ مجدد صاحب کے ارشاد کے موافق لاہور میں آئے تھے اور یہاں کتابت کر کے گذارہ کرتے تھے۔ مگر عام و خاص میں ولی سمجھے جاتے تھے۔ ۷۰ برس کی عمر پا کر سنہ ۱۰۴۰ھ مطابق سنہ ۱۶۳۰ع یا سمت ۱۶۸۷ بکرمی میں اس دنیائے ناپائدار سے کوچ کیا۔ ان کا مزار لاہور کے باہر مزنگ کے پاس کے قبرستان میں ہے جسے میانی صاحب کہتے ہیں +

سید شاہ بلاول صاحب کے بزرگ ہمایوں بادشاہ کے ساتھ ہرات سے آئے تھے اور ان کو پنجاب کے اس علاقے میں جاگیر ملی تھی جہاں اب شیخوپورہ آباد ہے۔ شاہ بلاول صاحب شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ لاہور میں آکر تحصیل علم کی اور بہتیرے فقرا کی توجہ سے وہ درجہ پایا کہ اعلے درجے کے مشائخ میں سے گنے جاتے ہیں

بڑے متقی و پرہیزگار اور شرع کے پابند تھے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ ان کا لنگر ہر وقت جاری رہتا۔ غربا و فقرا کو کھانا ملتا۔ ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۶ء یا سمت ۱۶۹۳ بکرمی میں ستر سال کی عمر پاکر وفات پائی۔ ان کا مزار دہلی دروازے سے باہر ذرا فاصلے پر ہے۔

خواجہ بہاری صاحب شہر حاجی پور علاقہ بہار کے باشندے تھے۔ اٹھتی جوانی تھی کہ لاہور میں آئے۔ تحصیل علوم میں مشغول اور میاں میر صاحب کے مرید ہوئے۔ اپنے پیر کی وفات کے بعد ان کے خلیفے بنے۔ اگرچہ شاہزادے۔ بادشاہ اور امرا ان کی زیارت کو سعادت سمجھتے تھے مگر وہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے۔ ٹوٹے پھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔ بہت ہر دلعزیز اور مقبول خاص و عام تھے۔ ۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۵۰ء یا سمت ۱۷۰۷ بکرمی میں وفات پائی اور اپنے پیر کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

اوپر کی قابل اعتماد تاریخوں سے ظاہر ہے کہ گرو امر داس جی کی وفات کے وقت جو سمت ۱۶۳۱ بکرمی مطابق ۱۵۷۴ء یا ۹۸۳ھ میں ہوئی۔ شیخ محمد طاہر صاحب اور شاہ محمد مقیم صاحب تو پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ سید شاہ بلاول صاحب سات آٹھ برس کے لڑکے تھے۔ خواجہ بہاری صاحب کی پیدائش کی تاریخ نہیں مل سکی۔ ہاں ان کی وفات ان گرو صاحب کی وفات سے ستتر برس بعد میں ہوئی ہے مگر وہ اپنے مرشد میاں میر صاحب کی وفات کے بعد جو ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء یا سمت ۱۶۹۲ بکرمی میں ہوئی ان کے خلیفہ ہوئے۔ یعنی خواجہ بہاری صاحب ان گرو صاحب کی وفات سے کوئی ساٹھ برس بعد اپنے پیر کے خلیفہ بنے اور اسی وقت ان کی بزرگی اور قبولیت عامہ کا شہرہ ہوا۔ اس لیے ان چاروں مقتدر مسلمان فقیروں کا گرو صاحب کی خدمت میں جانا درست نہیں ہے۔

اس روایت کی نسبت یہ کہنا بھی درست نہیں کہ وہ بالکل من گھڑت یا کسی نشہ پینے والے سکھ کا ڈھکوسلا ہے۔ بلکہ صحیح یوں معلوم ہوتا ہے کہ چند مسلمان فقیر جن کے نام معلوم نہیں ان گرو صاحب کی شہرت سن کر ان کی خدمت میں آئے تھے اور وہ گفتگو ہوئی تھی جو پہلے لکھی جا چکی ہے۔ جس راوی نے اوپر کے نام

لکھ دیئے ہیں اس نے یہ نہیں سمجھا کہ اس قسم کے غلط واقعات لکھنے سے محققوں
کے نزدیک سچے واقعات بھی اپنی صداقت کا زیور کھو بیٹھے ہیں ۔

ان گرو صاحب نے گوئندوال میں اپنے رہنے کے مکان بنوائے چنانچہ ان
میں سے چوبارہ صاحب اب بھی بہت مشہور اور مقدس مقام ہے ۔
پھر انہوں نے باولی صاحب کی تعمیر شروع کرائی جس کی ۸۴ سیڑھیاں ہیں۔
جیسا کہ آگے مذکور ہو گا اس باولی کا پانی اس دن نکلا تھا جس دن اکبر بادشاہ نے چتوڑ
کے قلعے کو فتح کیا۔ چونکہ فتح چتوڑ اکبر بادشاہ کے بارھویں سال جلوس ۹۷۵ھ
مطابق ۱۵۶۸ء یا سمت ۱۶۲۵ بکرمی میں ہوئی تھی اس لئے باولی صاحب کی تعمیر کے
اختتام کا سال یہی سمجھنا چاہئے ✦

اس باولی کی نسبت گرو صاحب کا یہ ور (دعا) ہے کہ جو شخص ایک دن
میں ۸۴ دفعہ اشنان کر کے ہر ایک سیڑھی پر ۸۴ دفعہ جپ جی صاحب کا پاٹھ
کرے اس کی ۸۴ جون کے سب دکھ درد دور ہو جائیں گے اور وہ نجات پا جائیگا۔

گوندا مر وا ہے کے بعد اس کا بیٹا گوئندوال کا نمبردار ہوا تو اس نے حاکم
لاہور کی خدمت میں آکر دعوے کیا کہ میرے باپ کے بسائے ہوئے گاؤں
میں جو میری ملکیت ہے امرداس فقیر بہت سے مکان بنواتا چلا جاتا ہے اور
اب ہمارے ایک باغ میں باولی بنوانے لگا ہے ۔ میرے باپ نے اسے
ایک فقیر سمجھ کر رہنے سہنے کو تھوڑی سی زمین دے رکھی تھی۔ مگر اب وہ اس کی ملکیت
کا دعویدار بنتا چلا جاتا ہے اسے فہمائش کیجائے کہ وہ میرے حقوق میں دست
اندازی نہ کرے ۔ ان دنوں مرزا جعفر بیگ صاحب لاہور کے حاکم تھے اس
نے مقدمے کی جوابدہی کے لئے گرو صاحب کو لاہور میں بلا بھیجا۔ مگر گرو صاحب
نے اپنے داماد رامداس جی کو اپنا مختار بنا کر مقدمے کی پیروی کے لئے بھیجا۔ جب وہ
حاکم کے پیش ہوئے اور شہادت طلب ہوئی تو جواب دیا ہم فقیروں سے کیا ثبوت
مانگتے ہو۔ گرو دین ٹوٹے ! وہاں چلکر زمین سے گواہی لے لو۔ چنانچہ مرزا صاحب
گوئندوال میں گئے ۔ اس نواح کے زمینداروں کو اکٹھا کیا تو سب نے صحیح صحیح
واقعات بیان کر دیئے۔ وہاں کی زمین سے پوچھا تو آواز آئی۔ میں خدا اور فقرا

کے سوا اور کسی کی ملکیت نہیں ہوں - اس پر مرزا صاحب نے مدعی کا دعوے خارج کر دیا - مگر خود لاہور واپس آتے ہوئے گھوڑے سے گرے گردن ٹوٹ گئی اور اس جہان سے چل بسے ✦

اس واقعہ کو ہر ایک نے گرو صاحب کی کرامت مان لیا اور مرزا صاحب کے بیٹے مرزا طاہر بیگ خاں نے جو اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا - اتنا ہی نہیں سمجھا بلکہ وہ گرو صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواہاں ہوا اور یہ بھی التجا کی کہ آئندہ اس کے حال پر نظر رحم فرمائی جائے - علاوہ ازیں باولی صاحب کی تعمیر میں بہت امداد دی اور دل سے ان کا معتقد بن گیا ✦

اہلِ ہنود کو شکست فاش

لاہور کے برہمنوں کی ترغیب پر ہندوؤں نے ناظم لاہور کے پاس یہ شکایت کی کہ اس نئے فرقے نے ہمارے مذہب میں دست اندازی کی ہے اور لوگوں کے خیالات بدل دئے ہیں - چنانچہ کرم کانڈ کو چھوڑ دیا ہے - تیرتھوں کی نندیا کرتے ہیں - گائتری نہیں جپتے - اس پر ناظم نے گرو صاحب کو بلوا بھیجا انہوں نے اپنے داماد رامداس جی کو جواب دہی کے لئے بھیجا جنہوں نے لاہوری پنڈتوں کے ساتھ خوب مباحثہ کیا اور انہیں دنداں شکن جواب دے کر ثابت کر دیا کہ اکال پورکھ کا نام جپنا سب سے افضل ہے اور کسی تیرتھ کا اتنا رتبہ بھی نہیں جتنا پرمیشور کے بھگت کے چرنوں کی خاک - اس کے بعد رامداس جی نے ناظم صاحب سے کہا کہ یہ لوگ جو گائتری جپنے کا فخر کر رہے ہیں ان پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا - دل کی صفائی کی طرف سے بالکل صفائی ہے - ان کے سینے سیاہ ہیں اور دل ناپاک جس کی علامت یہ ہے کہ ان کے سینوں پر سیاہ داغ ہیں - اس پر ناظم نے ان کے کپڑے اُتروا کر دیکھا تو جیسا رامداس جی نے فرمایا تھا اسی طرح ان سب کے سینوں پر سیاہ داغ موجود تھے - یہ حال دیکھ کر ناظم نے لاہور کے ہندو شاکیوں کو بے عزت کر کے اپنی کچہری سے نکال دیا ✦

اکبر بادشاہ کا معتقد بننا

جن دنوں چتوڑ کا محاصرہ ہو رہا تھا اکبر بادشاہ اس کی فتح کے واسطے بہت خواہشمند تھا مگر فتح ہونے میں نہ آتی تھی - ان دنوں مرزا

طاہر بیگ جو اپنے باپ کی وفات کے بعد حاکم لاہور مقرر ہوا تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے ان گرو صاحب کی کرامات کا ذکر بادشاہ سے کیا اور باتوں باتوں میں یہ بھی کہا کہ حضور ان گرو صاحب کی ضرور منت یا نذر مانیں۔ راجہ ٹوڈرمل نے بھی جو گرو صاحب کے سیوکوں میں سے تھے ان کے کلام کی تائید کی۔ اس پر بادشاہ نے اپنے کسی معتبر کو ان گرو صاحب کی خدمت میں بھیجا اور اس نے بادشاہ کی آرزو کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا جب ہماری باولی کا کڑھ ٹوٹیگا چتوڑ کا قلعہ ٹوٹیگا۔ چنانچہ اس کے مطابق ظہور میں آیا تو بادشاہ بھی جان و دل سے ان کا معتقد بن گیا۔ اور کچھ دنوں بعد جب ۹۷۸ھ مطابق ۱۵۷۱ء یا سمبت ۱۶۲۸ بکرمی میں پنجاب آنا ہوا تو گوئندوال میں پہنچکر ان کی زیارت فرمائی کچھ تحفے اور نذر و نیاز پیش کی بلکہ جاگیر کے طور پر بارہ گاؤں کی معافی بھی دینی چاہی مگر گرو صاحب نے جاگیر کا لینا منظور نہیں کیا اور فرمایا کہ گروں کو کسی کا محتاج ہونا اور جاگیر دار بننا مناسب نہیں۔ پھر وہ سارے نذر و نیاز کے روپے بھی محتاجوں میں اسی وقت تقسیم کر دیئے جو بادشاہ نے دیئے تھے۔ بعد ازاں اپنے لنگر سے کڑاہ پرشاد منگوا کر بادشاہ کو تبرک کے طور پر دیا جسے اس نے کھالیا اور گرو صاحب کے داماد کے نام پر جاگیر بھی کردی ترن تارن۔ امرت سر اور گوئندوال اسی جاگیر میں تھے ٭

منجیاں

جس طرح اکبر بادشاہ نے اپنے ممالک محروسہ کے ۲۲ صوبے کئے تھے اسی طرح ان گرو صاحب نے بھی اپنے سیوکوں میں سے ۲۲ اشخاص کو صاحب کرامت فقیر بنا کر بائیس منجیاں (چارپائیاں) یعنی گدیاں جاری کیں جن کے جانشین اب تک قابل تعظیم سمجھے جاتے ہیں اور ان کے گردوارے مقدس مقام مانے جاتے ہیں۔ ان کا مختصر بیان حسب ذیل ہے

(۱) گرو صاحب کے بھتیجے ساون مل صاحب کی گدی ہری پور ضلع کانگڑہ میں ہے۔ اس کے متعلق روایت ہے کہ گرو صاحب نے مکانات کے بنانے لکڑیاں لانے کے واسطے اپنے بھتیجے ساون مل صاحب کو پہاڑ پر بھیجا اور اپنا رومال دیکر فرمایا یہ رومال مشکل کے وقت تمہارے کام آئیگا۔ ساون مل

صاحب ہری پور پہنچے تو وہاں کے راجہ کا لڑکا سخت بیمار ہو کر مرچکا تھا۔ ساونمل صاحب نے رومال چھوا کر اسے زندہ کیا۔ اس پر راجہ اور اس علاقے کے سب لوگ ان کے اور گرو صاحب کے معتقد ہو گئے۔ چنانچہ وہ لوگ لکڑیاں لے کر گرو صاحب کی خدمت میں بھی آئے۔ مگر ساون مل صاحب وہیں رہے۔ یہ امر گرو صاحب کو ناگوار گزرا اور انہوں نے رومال کھینچ لیا جس پر ساونمل گرو صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا اور آخر کار ہری پور کی گدی کی بخشش پا کر وہاں کے لوگوں کی ہدایت کے لئے مامور ہوا +

(۲) سچ لنیج کی گدی جو مدر ضلع لاہور میں ہے۔ اس کے متعلق یوں روایت ہے کہ سچ لنیج گرو صاحب کے لنگر کے واسطے جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ ان کو دیوانی رانی نے ڈرایا۔ جو اصل میں ہری پور کے راجہ کی چھوٹی رانی تھی۔ جب راجہ مذکور اپنی رانیوں سمیت گرو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو اس رانی کا منہ نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔ گرو صاحب نے فرمایا یہ دیوانی رانی راجہ نے کب بیاہی ہے۔ اس پر وہ رانی کپڑے پھاڑ دیوانی بن جنگل میں چلی گئی۔ سچ لنیج نے گرو صاحب کی خدمت میں آکر دیوانی رانی کے ڈرانے کا ذکر کیا تو گروجی نے فرمایا یہ ہماری جوتی لے جاؤ اور اسے چھوا دو۔ چنانچہ جوتی چھوانے پر اس کی دیوانگی ہٹ گئی اس کے بعد گرو صاحب نے اس کا سچ لنیج سے بیاہ کر دیا۔ اس گدی میں گرو صاحب کے متبرک کے طور پر پاپوش موجود ہے +

(۳) دھرم سال علاقہ امب متصل چنت پورنی تحصیل اونہ ضلع ہوشیارپور میں ان بکو ورداس کی گدی ہے جو ساونمل صاحب کے ساتھ پہاڑ پر لکڑیاں لانے گئے تھے ادھر کے لوگوں میں اس گدی کی بڑی مانتا ہے +

(۴) مانک چند مرغائی کی گدی ویروال ضلع امرت سر میں ہے۔ اس کی نسبت یہ روایت ہے کہ مانک چند مرغائی ذات کا گھٹیار تھا۔ باولی صاحب کے بناتے وقت اسی کے ہتھوڑا لگانے سے باولی کا کڑھ ٹوٹتا تھا۔ اور وہ پانی کے یکدفعہ اچھل آنے سے باولی میں ہی ڈوب گیا تھا۔ اس کی والدہ

روتی پیٹتی گرو صاحب کی خدمت میں آئی۔ تو گرو جی نے فرمایا مرغائی دریائی مانک موتی بھی کبھی ڈوبا کرتے ہیں۔ یہ فرمانا تھا کہ مانک چند بھوڑا ہاتھ میں لئے نکل آیا اور گرو جی کے قدموں میں آپڑا۔ گرو جی نے ان کو جیوڑے کے خطاب سے ممتاز کیا اور گدی عطا کی ۔

(۵) بابا رنگ داس بھنڈاری کھتری کی گدی موضع گھڑولنہ علاقہ ریاست پٹیالہ میں ہے۔ یہ صاحب ابتدا میں بہت غریب تھے۔ اپنی بیکسی اور درماندگی کے مارے قند سیاہ (گڑ) کی چند ڈلیاں پھٹے پرانے کپڑے میں باندھ کر گرو جی کی خدمت میں نذر کے واسطے لائے تھے۔ مگر مارے شرم کے اس حقیر نذر کو پیش نہ کر سکے۔ گرو جی نے اپنی غیب دانی سے یہ بات معلوم کر کے اسے شرف نیاز بخشا اور گدی عطا فرمائی ۔

(۶) گنگ داس وہیول کی گدی موضع داؤں تحصیل کھرڑ ضلع انبالہ میں ہے۔ گنگ داس جی بھی رنگ داس جی کی طرح غریب اور ان کے ساتھ ہی گرو جی کی خدمت میں آئے تھے۔ اور گرو صاحب کی کرپا سے بڑے دولتمند ہو کر دہلی میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ گرو صاحب نے کوئی سوا سو روپے کی ہنڈوی بھیجی مگر گنگ داس جی نے ادا نہ کی۔ اس پر گرو صاحب ناراض ہوئے اور تھوڑے دنوں میں وہ پہلے کی طرح کنگال ہو کر گرو صاحب کی خدمت میں آئے اور اپنی قصور کی معافی مانگی۔ چنانچہ گرو صاحب نے اپنے اور سیوکوں کی سفارش سے گنگ داس جی کو معافی دیکر گدی عطا فرمائی ۔

(۷) لالہ پارو ل صاحب کھتری سکنہ سلطان پور کی گدی جسے گرو صاحب نے پرمہنس کا خطاب دیا تھا سری ہر گوبند پور ضلع گورداسپور میں ست کرتاریہ کے نام سے مشہور ہے ۔

(۸) مراری المعروف پریما سکنہ تلونڈی علاقہ سلطانپور کو بھی گرو صاحب نے گدی کا منصب دیا یہ شخص عارضہ جذام سے لاچار ہو کر گرو صاحب کی خدمت میں آیا تھا۔ گرو صاحب نے اپنے اشنان کی مٹی ملے پانی سے اسے نہلوایا پھر کھاروے کے جامہ سے اس کا سارا بدن ڈھکوا دیا۔ تھوڑی

دریعداس کا مرض جاتا رہا۔ پھر گرو صاحب کے ارشاد کے موافق لالہ سیہانمل کھتری نے اپنی بیٹی مہتو کی شادی اس کے ساتھ کر دی تھی۔ اس کی اولاد جگ کی بھائی واقع ضلع منٹگمری میں آباد ہے ٭

(۹) لالو کھتری سکنہ سلطان پور کو بھی گدی ملی تھی۔ اس نے باولی صاحب کی تعمیر میں بڑی محنت کی تھی۔ ان کا پوتا دسویں گرو صاحب کی خدمت میں حاضر رہا۔ اس سے آگے اولاد نہیں چلی ٭

(۱۰) مہیش داس کھتری سکنہ سلطان پور نے بھی جو نہایت تنگدست اور مفلس تھے باولی صاحب کی تعمیر میں نمایاں خدمت کی۔ اس لئے اس پر بھی کرم کی نظر ہوئی اور گدی ملی۔ ریاست کپور تھلہ کے دیوان صاحبان انہیں کی اولاد میں سے ہیں ٭

(۱۱) سدھارن لوہار سکنہ بکالہ کو باولی صاحب کی تعمیر میں شایستہ خدمات ادا کرنے پر مسند عطا کی۔ اس کی اولاد مہت پور ضلع جالندھر میں رہتی ہے ٭

(۱۲) مائی داس جٹ سکنہ نارلی ضلع امرت سر کو اس کی پارسائی دیکھ کر مسند بخشی۔ ان کی گدی جودھ نگری ضلع امرت سر میں ہے ٭

(۱۳) ہندال جٹ جو گرو کے جنڈیالے کا باشندہ تھا گرو جی کے لنگر میں آٹا گوندھا کرتا تھا۔ اس کو آٹا گوندھتے وقت عجیب دلکش انداز سے پالاگن کرتے دیکھ کر مسند عطا کی۔ ان کی گدی جنڈیالہ ضلع امرت سر میں ہے ٭

(۱۴) کھیڈا برہمن سکنہ کھیم کرن تحصیل قصور ضلع لاہور کو جو دیوی کے درشنوں کو جاتا ہوا گرو صاحب کی کرامات دیکھ کر سیوک بنا تھا۔ باولی صاحب کی تعمیر میں عمدہ کام کرنے پر گدی عطا کی جو کھیم کرن میں ہے ٭

(۱۵) لالہ کداری مل کھتری کو بھی مسند عطا کی۔ یہ گدی بٹالہ ضلع گورداسپور میں ہے ٭

(۱۶) جیون لوہار نے بھی باولی صاحب کی تعمیر میں بہت محنت کی تھی اس لئے اس کو بھی مسند ملی۔ اس کی اولاد ضلع لدھیانہ میں آباد ہے ٭

(۱۷) پنڈت بینی سکنہ لاہور کئی پستکیں لے کر گرو صاحب کے ساتھ مباحثہ

سمر نے گوندوال میں آیا اور ذات پانت کی تمیز بغیر لنگر کی تقسیم دیکھ کر پرشاد نہ چھکا جس کی وجہ سے گرو صاحب کی خدمت میں جانا نہ ہو سکا۔ واپس چلا تو جہاں کھانا پکانے کو چولھا بناتا ہڈیاں پاتا۔ اسی حال میں وہ جنگل میں تھا کہ ژالہ باری شروع ہوئی اور تنگ آکر درخت کی پناہ لی۔ وہاں ایک اور آدمی اسے ملا اور اس نے پنڈت جی کو سمجھایا کہ گرو جی کی ضرور ملاقات کرو۔ چنانچہ وہ لنگر سے کھانا کھا کر درشن کو آیا۔ گرو صاحب نے فرمایا:-

ملار محلہ ۳ گھر ۲

ایہہ من گرہی کہ ایہہ من اداسی ۔ کہ ایہہ من اورن سدا ابناشی

کہ ایہہ من چنچل کہ ایہہ من بیراگی ۔ کہ اس من کو ممتا کتھہو لاگی ۔ ۱

پنڈت اس من کا کرہو بیچار ۔ اور کہ بہتا پڑھیا اٹھاوے بھار ۔ ارہاؤ

مائیہ ممتا کرتے لائی ۔ ایہہ حکم کر سرشٹی اپائی

گور پرشاد بوجھو بھائی ۔ سدا رہو ہر کی سرنائی ۔ ۲

سو پنڈت جو تہاں گناں کی پنڈ اتارے ۔ ان دن ایکو نام وکھانے

ست گور کی اوہ دیکھیا لئے ۔ ست گور آگے سیس دھرے

سدا الگ رہے نربان ۔ سو پنڈت در گیہہ پروان ۔ ۳

سبھناں میں ایکو ایک وکھانے ۔ جاں ایکو دیکھے تاں ایکو جانے

جاں کو بخشے میلے سو ۔ ایتھے اوتھے سدا سکھ ہوئے ۔ ۴

کہت نانک کون بدھ کرے کیا کو ۔ سوئی مکت جا کو کرپا ہو

ان دن ہر گن گاوے سو ۔ شاستر وید کی پھر کوک نہ ہوئے ۔ ۵-۱-۱۰

یہ سن کر پنڈت صاحب نے گرو جی کے قدم پکڑ لئے ۔ اپنی پستکیں تو دریا میں ڈبو آیا اور آپ گرو جی کا سیوک بن کر خدمت میں مصروف ہؤا چنانچہ سوا پہر رات رہے اٹھ کر اشنان کرانا اپنے ذمے لیا ۔ گرو جی نے ان کی خدمت گزاری پر خوش ہو کر ان کو بھی مسند عطا کی +

(۱۸) بھائی ساہلو کو جو مدت تک گرو جی کی خدمت میں لگے رہے مسند عطا کی ۔ ان کی گدی گرو نانک صاحب کے جنم سہتان یعنی ننکانہ صاحب میں ہے

اور وہاں کے گدی نشین اودہسی سادھو ہیں ٭

(۱۹) دھرما کھتری سکنہ بہرامپور ضلع گورداسپور اپنے باپ کے ساتھ گرو صاحب کی خدمت میں آیا تھا۔ اس کا باپ مرگیا۔ تو یہ گروجی کے پاؤں میں حاضر رہکر لنگر و سنگت کی خدمت کرنے لگا۔ ساون مل کے ساتھ یہ بھی لکڑیاں لانے کو گیا تھا ساون مل تو جیسا ذکر ہوچکا واپس نہیں آیا تھا۔ لکڑیاں یہی لایا تھا۔ اس کے سوا بھی بہت خدمت کی تو گرو صاحب نے اس کو بھی گدی دی ٭

(۲۰) چوہا ولد ٹیکو کھتری سکنہ سری ہرگوبند پور کو بھی اس کی خدمت پر خوش ہوکر گروجی نے مسند عطا کی ٭

(۲۱) گروجی کے بھتیجے مل جی بھلہ بھی لنگر کی خدمت اور ست اُپدیش کرتے۔ بھجن و بندگی میں مصروف رہتے تھے۔ گرو صاحب نے ان سے خوش ہوکر مسند عطا کی۔ ان کی اولاد موہار ضلع سیالکوٹ میں آباد ہے ٭

(۲۲) بلھو حجام کی رات دن کی خدمت سے خوش ہوکر گرو صاحب نے اس کو بھی گدی بخشی۔ اس کی اولاد اب تک موجود ہے ٭

پیرا منجیاں

جس طرح ان گرو صاحب نے ۲۲ منجیاں بنائی ہیں اسی طرح عورتوں کی تعلیم اور اُپدیش کرنے کے واسطے ۵۲ عورتوں کو مقرر کیا جو پیڑھیوں کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ سب عورتیں بھگت روپ اور گروجی کی سیوک تھیں۔ ان کی تفصیل کی اس چھوٹے سے رسالے میں گنجایش نہیں۔ اس لئے ان کا حال قلم انداز کیا جاتا ہے ٭

سفر

ان گرو صاحب نے اپنی اخیر عمر میں ایک لمبا سفر کیا۔ چنانچہ گوئندوال سے روانہ ہوکر اس گاؤں میں جا ٹھیرے جس کا نام جہانگیر کے زمانے میں نورجہاں کے سرائے بنوانے کے سبب نورمحل قرار پایا۔ یہاں گرو صاحب کی یادگار میں ایک دھرم سالہ بنا ہوا ہے ٭

نورمحل سے چل کر کورو چھیتر میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے فقیر اور پنڈت ان کی خدمت میں آئے۔ بحث مباحثے کے بعد سب نے سر تسلیم خم کیا اور ان کے سیوک بنے ٭

کوروچھیتر سے روانہ ہو کر جمنا سے پار ہوئے۔ اجب قصبہ عملی میں پہنچے۔ تو اس زمانے کے دستور کے موافق ٹھیکہ دار نے ان سے تیرتھ یاترا جانے کا محصول طلب کیا۔ چونکہ ان کے ساتھ بڑا ہجوم تھا۔ اور بہت سا روپیہ دینا پڑتا تھا۔ اس کے ادا کرنے سے انکار کیا۔ مگر یہ انکار روپے کی محبت یا تنگدستی کی وجہ سے ہرگز نہ تھا بلکہ جیسا کہ آگے معلوم ہو گا۔ اس سے بہت سے فوائد ملحوظ نظر تھے۔

محصول ادا نہ کرنے کی وجہ گرو صاحب نے ٹھیکہ دار سے یہ فرمائی تھی۔ کہ جب ہم فقرا سے دھرم راج بھی محصول نہیں مانگتا تو تم کیسے لیتے ہو۔ ٹھیکہ دار کا چونکہ اس سے بہت بڑا نقصان تھا اس لئے اس نے محصول لینے پر اصرار کیا اور جب انہوں نے نہ دیا تو اس نے بادشاہ کی خدمت میں اپنی حق رسی کے واسطے چارہ جوئی کی۔ گرو صاحب نے بھی تصفیہ ہوئے بغیر آگے چلنا مناسب نہ جانا وہیں مقام کر دیا۔ ان کی بزرگی و کرامت اور عبادت و ریاضت کے حال سن کر اس نواح کے بہت سے لوگ سیوک بنے۔ علاوہ ازیں اس جھگڑے کا حال سن کر گنگاجی کے سب یاتری اس امید پر کہ غالباً بادشاہ جو فقیروں کی بہت عزت کرتا ہے ان کے ہمراہیوں کو محصول معاف کر دیگا۔ تو ہم کو بھی ان کے ساتھی ہونے سے محصول معاف ہو جائیگا۔ وہیں اتر پڑے ان کے درشن کر کے اور اپدیش سن کے وہ بہت خوش ہوئے۔ اتنے میں دیوان ٹوڈرمل کی سفارش سے جو گرو صاحب کا بڑا معتقد تھا بادشاہ نے گرو صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو محصول معاف کر دیا۔ اب تو سب لوگ جو اس امید پر بیٹھے ہوئے تھے۔ گرو صاحب کے ہمراہی بن گئے۔ اور ادائے محصول سے بری ہو گئے۔ یہ امر یاتریوں کے معتقد اور سیوک بننے کا بڑا بھاری موجب ہوا۔ پھر ان لوگوں کی وجہ سے اور ہزاروں آدمی بھی سیوک بن گئے۔

ہردوار پر گنگاجی کے اشنان کرنے کے بعد جہاں ان کی یادگار میں گوردوارہ بنا ہوا۔

ہے گرو صاحب کاشی، گیا اور پراگ میں بھی گئے اور کئی سال کے بعد گوئند وال میں واپس تشریف لائے ۔

گرو جی کے اس سفر کے وقت گرو رامداس جی گوئند وال میں رہے اور سارا کاروبار لنگر وغیرہ کا ان کے اہتمام سے چلتا رہا ۔ چنانچہ گرو صاحب نے واپس آکر ان کے کام پر اظہار خوشی فرمایا ۔ اس سفر کے متعلق گرو گرنتھ صاحب میں یوں ذکر ہوا ہے :۔

تکھاری راگ محلہ ۴

تیرتھ ادم ست گور کیا سب لوگ ادھارن ارتھا
مارگ پنتھ چلے گور ست گور سنگ سیکھا

گرو صاحب کی رحمدلی

یہ گرو صاحب بہت رحم دل تھے ۔ ان کی اس وصف کے متعلق چند روایتیں ذیل میں درج ہیں :۔

(۱) ایک روز گوئند وال میں ایک بیوہ کا لڑکا باری کے بخار سے مر گیا وہ ان کی خدمت میں آئی ۔ انہوں نے اس مردہ لڑکے کو اپنا انگوٹھا لگایا ۔ تو وہ زندہ ہو گیا ۔

اس موقعہ پر گرو صاحب نے اس بیوہ کے رونے پیٹنے کو دیکھا تو ان کی رحمدلی اور شفقت کا دریا جوش میں آیا ۔ چنانچہ درگاہ ایزدی میں دعا کی کہ ہے ایشور جب تک میں اس گاؤں میں زندہ ہوں والدین کے جیتے جی ان کے سامنے ان کی اولاد نہ مرے ۔ گرو جی کی یہ دعا قبول ہوئی اور جب تک یہ گرو صاحب زندہ رہے کسی ماں باپ کے ہاں ان کی اولاد فوت نہ ہوئی ۔ جب یہ خبر آس پاس اور ملک کے اور حصوں میں مشہور ہوئی تو بہت سے لوگ اپنا وطن چھوڑ کر گوئند وال میں آبسے اور گاؤں کی آبادی بہت بڑھ گئی ۔

(۲) تتے تاپ کی ساکھی بھی ان گرو صاحب کی رحم دلی کی ایک زندہ یادگار ہے جس کی تفصیل یوں ہے :۔

ایک دن گرو امرداس صاحب جی چوبارہ میں بیٹھے بھجن بندگی کر رہے تھے کہ ایک چیخ کی آواز سنی ۔ کسی سکھ کو ارشاد فرمایا خبر لاؤ یہ کیا واردات ہے ۔

گرو صاحب کا حکم پاکر ایک سکھ گیا اور یہ پتا لگا کر آیا کہ ایک بیوہ عورت کا جوان بیٹا باری کے بخار سے مرگیا ہے۔ اس کا یہی ایک لڑکا تھا۔ جس کے غم میں وہ رو پیٹ رہی ہے۔ یہ حال سنکر گرو صاحب اپنے تمام سکھوں سمیت اس عورت کے گھر گئے۔ دیکھا تو سامگری تیار ہو رہی ہے کہ جاکر اسے جلائیں گرو صاحب نے سامگری کی تیاری سے لوگوں کو روک دیا اور اپنا ایک انگوٹھا اس لڑکے کو لگایا۔ وہ جھٹ ایشور کا نام لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد گرو صاحب نے یہ دعا کی کہ ہے ایشور میری زندگی میں کسی والدین کا بیٹا ان کے سامنے نہ مرے اور نہ کسی کو باری کا بخار چڑھے۔ لوگ یہ بات سنکر دھن دھن مہاراج پکارنے اور نمسکار کرنے لگے۔ پھر گروجی نے باری کے بخار دیتے تاپ) کو بالک بنا کر ایک پنجرے میں قید کر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں + کچھ دنوں بعد بھائی لالو صاحب گروجی کے درشنوں کو آئے جن کے گھر ایمن آباد میں گرو نانک دیو نرنکاری دھرم اوتاری جا ٹھہرے تھے۔ وہ نمسکار کر کے گرو صاحب کے پاس بیٹھے تھے کہ ان کی نظر اس پنجرے پر جا پڑی جس میں باری کا بخار مقید تھا۔ بھائی صاحب نے دیکھا کہ ایک بالک تڑپ تڑپ کر دکھ بھوگ رہا ہے۔ اس حال کو دیکھ کر بھائی صاحب کو اس بالک پر رحم آیا اور گرو صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ اسے سچے بادشاہ آپ دیا کے سمندر اور بڑے کرپالو ہیں۔ آپ کے حضور میں یہ لڑکا بھوک پیاس کے مارے دھوپ میں تڑپ رہا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے پرشاد چھکا دوں۔ گرو صاحب نے فرمایا۔ بھائی لالو! یہ بڑی بری بلا ہے۔ اس کا پرشاد یہاں نہیں ہے۔ بھائی لالو نے پھر گذارش کی کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں پرشاد چھکا دوں۔ گرو صاحب نے فرمایا اچھا تمہاری اچھیا۔ کچھ دنوں بعد جب بھائی لالو اپنے گاؤں کو واپس ہونے لگے تو گروجی کی خدمت میں التماس کی کہ مہاراج! اگر آپ یہ بالک مجھے بخش دیں تو آپ کی بڑی کرپا ہوگی۔ گرو صاحب نے فرمایا۔ بھائی لالو یہ بالک نہیں ہے تپے کا تاپ (باری کا بخار) ہے ایسا نہ ہو تم اسے لے کر کسی پھندے میں پھنس جاؤ۔ بھائی لالو نے پھر

بھی یہی کہا کہ مہاراج! آپ یہ بالک مجھے دے دیں۔ گروجی نے ان کی عرض قبول کی اور وہ بالک ان کو دے دیا۔ بھائی لالو اسے لے کر خوش خوش گاؤں کو چلے۔ رستے میں دریا کے پاس باری کے بخار نے کہا مہاراج اب مجھے بھوک لگی ہے۔ مارے بھوک کے مجھ سے چلا بھی نہیں جاتا۔ بھائی صاحب نے کہا یہاں کیا کھاؤ گے گاؤں میں پہنچتے ہیں تو وہاں جا کر تمہیں اچھے اچھے کھانے دودھ کھیر، چاول وغیرہ کھلائیں گے۔ تپ نے کہا میرا کھانا تو یہاں بھی ہے تم ذرا ٹھیرو میں کھا کر آتا ہوں۔ بھائی لالو اپنی سادھ سنگت سمیت ٹھیر گئے اور اسے کہا جاؤ بھئی تم اپنا کھانا کھا آؤ۔ بخار اجازت پا کر ایک نوجوان دھوبی کو جا چمٹا جو دریا کے کنارے کپڑا دھو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا اور بھائی صاحب کو ایک لہو کا بھرا ہوا پیالہ دکھا اسے پی لیا۔ یہ حال دیکھ کر بھائی لالو ڈر گئے اور باری کے تپ کو کہنے لگے۔ بھئی ہمارے پاس تو ایسا بھوجن نہیں ہے۔ چلو ہم تمہیں پھر گروجی کے پاس ہی چھوڑ آئیں۔ ہم تو بھول کر تم کو اپنے ساتھ لے آئے ہیں۔ گرو صاحب نے سمجھایا بھی تھا مگر ہماری سمجھ میں نہ آیا۔ یہ سُن کر باری کا بخار بہت ڈرا اور کہا آپ کرپا کر کے مجھے وہاں واپس نہ لے جائیں یہیں چھوڑ دیں۔ میں ہمیشہ کے لئے آپ کا ممنون رہوں گا اور اس احسان کو کبھی نہ بھولوں گا۔ بھائی صاحب نے کہا ہم چھوڑ تو دیں مگر تم اقرار کرو کہ ہمارا کہا مانو گے۔ بخار نے کہا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جس شخص کو میں چمٹا ہوا ہوں گا اگر اسے یہ ساکھی سنا دی جائے تو میں فی الفور اسے چھوڑ دوں گا۔ بھائی صاحب نے اس کی اس بات کو منظور کیا اور اس کے ساتھ یہ شرط کر کے اسے چھوڑ دیا۔ چنانچہ اب تک یہ دستور جاری ہے کہ جس شخص کو باری کا بخار ہو اگر اسے یہ ساکھی سنا دی جائے تو بخار فی الفور اتر جاتا ہے۔

جس کوٹھڑی میں باری کا بخار قید رہتا تھا وہ اب تک گوئندوال میں چوبارہ صاحب کے دالان میں موجود ہے اور ہمیشہ بند رہتی ہے۔ جو لوگ باری کے بخار میں مبتلا ہوتے ہیں وہ باری کے دن اس کوٹھڑی کے سامنے جا بیٹھتے ہیں اور بخار سے نجات پا لیتے ہیں۔

(۳۸) - اتنا ہی نہیں کہ یہ گرو صاحب اپنے سیوکوں پر یا عام لوگوں پر ترس کھایا کرتے تھے بلکہ وہ اپنے دشمنوں سے بھی نیک سلوک کیا کرتے تھے - چنانچہ گوندا مروا ہے کے بیٹے نے حکام وقت تک ان کی شکایت کرنے کے علاوہ شیخ قوم کے چند شخصوں کو اس کام پر مقرر کیا کہ ان گرو مہاراج کے لانگری جب کوئیں سے پانی لینے آئیں تو انہیں غلیلے ماریں اور ان کے گھڑے توڑ دیں - لانگریوں نے گرو صاحب کے پاس اس امر کی شکایت کی تو فرمایا تم لوہے اور پیتل کی گاگریں بنوالو انہوں نے ایسا ہی کیا مگر دشمنوں نے اپنا کام نہ چھوڑا اور کنکر، پتھر، غلیلے مارنے سے باز نہ آئے - لانگریوں نے پھر شکایت کی تو گرو جی نے فرمایا تم نرمی کرو - وہ اپنے اس کیئے کی سزا خود ہی بھگت لیں گے - چند روز بعد بادشاہ کے خزانے کی ایک خچر گم ہو گئی اور تلاش ہونے پر مال ان لوگوں کے گھروں سے نکلا جو گرو صاحب کے مخالف تھے - اس پر گوندا کا بیٹا اور اس کے سارے ساتھی پکڑے گئے - اور طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہو کر مارے گئے - ان کی گرفتاری کے موقع پر سیوکوں نے گرو صاحب کی خدمت میں اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا ؎

جو توہے مارن نگیاں تنہاں نہ ماریں گھنم
آنبڑے گھرے جا تکے پیر تنہاندے جم

(۳۹) گوئندوال میں ایک فقیر بخاری شاہ نامی رہتا تھا جو مفلس و تنگدست آدمی تھا اور گرو صاحب کے حق میں ہمیشہ گستاخانہ کلام کیا کرتا تھا - مگر گرو صاحب نے اس کی ان بے ادبانہ اداؤں کے باوجود بھی حکم دے رکھا تھا کہ اسے کھانے کے لیئے آٹا اور ایک ٹکہ لنگر سے مل جایا کرے - چنانچہ اس حکم کی برابر تعمیل ہوا کرتی +

(۴۰) گوئندوال میں تپا نامی ایک برہمن ان گرو صاحب کا سخت مخالف تھا اور ہمیشہ ان پر اعتراض جماتا - نکتہ چینی کرتا - ایک دفعہ ان گرو صاحب نے بڑا جگ کیا - مگر وہ نہیں آیا - ہاں جب سنا معقول دچھنا بھی ملے گی - تو اپنے لڑکے سمیت دیوار سے پھاند کر وہاں گیا جہاں اور لوگ کھانا کھا رہے تھے - اس نے

غرض یہ تھی کہ اگر دروازے سے جائے گا۔ تو سب لوگ شرمندہ کریں گے۔ گو ان گرو صاحب کو اس کا آنا معلوم ہو گیا۔ مگر انہوں نے اس کے ساتھ ویسی سلوک کیا جو اوروں کے ساتھ کیا تھا۔ ہاں مگر وراد اس صاحب کو یہ امر ناگوار گزرا چنانچہ اس کے متعلق انہوں نے یہ شبد فرمایا ہے ۔ **سلوک محلہ ۴**۔

تپا نہ ہووے اندروں لوبھی نت مایا نوں پھرے جھمالیا۔
اگوں دے سِدیاں ستکے دی بھکھیائے نہیں پچھوں دے پچھتا ٹیکے
آن تتپے پُت وچ بہالیا۔
پنچ لوگ سب ہسن لگے تپا لوبھ ہر ہے گالیا۔
جتھے تھوڑا دھن دیکھے تتھے تپا بھٹے نا ہیں دھن بہتے ڈٹھے تپے دھرم ہاریا۔
بھائی تپا نہ ہووے بگلا ہے بہہ سادھ جناں وچاریاں۔
ست پورکھ کی تپا نند اکرے سنسار ہی کی اُستت وچ ہووے ات دوکھے تپا دے ماریا۔
مہاں پورکھاں کی نند اکا دیکھ جے تپے نوں پھل لگا سب گیا تپے کا گھرالیا۔
باہر بہے پنچاں وچ تپا سداے اندر بہے تپا پاپ کماے ہر اندر ہی پاپ
پنچاں نوں اگھا کر دیکھالیا۔
دھرم رائے جم کنکراں نوں آکھ چھڈیا ایس تپے نوں تتھے کھڑ پایو جتھے مہاں ہتیاریا۔
پھر اس تپے دے منہ لگو نا ہیں ایہہ ستگورے پھٹکاریا۔
ہر کیدر دوتپا سو نانک آکھ سُنائیو لوں جے جو دے سواریا۔
یہ سُن تپا لینے وہ برہمن آپ ہی اُٹھ کر چلا گیا اور نہایت شرمندہ ہوا +

ان گرو صاحب کی بہت سی کرامتیں ہیں جن میں سے اکثر تو اس سے پہلے جا بجا واقعات میں بیان کی جا چکی ہیں۔ بعض اور ذیل میں درج کی جاتی ہیں مگر سب کے لکھنے کے لئے اس مختصر سی کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

گرو صاحب کی کرامتیں

(۱) ایک دن ان گرو صاحب کے نواسے ارجن جی جن کی عمر ۲ سال کی تھی گدی پر چڑھ گئے اور پرشاد کا تھال اپنے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ تب گرو صاحب نے فرمایا اے دوہتا بانی کا بوہتا جلدی ہی کر اپنے وقت پر تو

ہی اس گدی کی زیب و زینت ہو گا۔ یہ ایک پیشین گوئی تھی جس سے لوگوں نے اسی وقت سمجھ لیا کہ یہی بچہ کسی دن گدی پر بیٹھیگا ❖

(۲) بخلدی شاہ فقیر کو جو گرو صاحب کے لنگر سے پلتا مگر گرو جی کے حق میں گستاخانہ اور بے ادبانہ باتیں کیا کرتا تھا۔ رامداس جی نے اس غرض سے اپنے ہاتھ کا قیمتی کنگن دے دیا کہ وہ گالی گلوچ سے باز آ جائے۔ گرو صاحب نے اس امر کو پسند نہیں کیا اور فرمایا یہ ہمارا نمک کھا کھا کر خود ہی معدوم ہو جاتا۔ اسے کنگن کا بخش دینا کیا ضرور تھا۔ اب اس بیجا بخشش کا نتیجہ یہ ہے کہ چند مسلمان تمہارے گھر لنے میں پرورش پا کر تمہارے گھرانے ہی کی مخالفت پر تل پڑینگے۔ چنانچہ گرو ہرگوبند صاحب کے نمکخوار پائندہ خاں وغیرہ نے ان کی مخالفت کی اور ان گرو صاحب کی پیشین گوئی پوری ہوئی ❖

(۳) ان گرو صاحب نے رامداس جی سے فرمایا تھا کہ تمہاری جاگیر کے علاقہ میں ایک متبرک مقام ہے جسے تم ظاہر کرو گے۔ چنانچہ انہوں نے امرتسر دریافت کیا جس کے اردگرد اب پنجاب کا اسی نام کا نامی گرامی شہر آباد ہے اس کی مفصل کیفیت چوتھی بادشاہی کی جنم ساکھی میں درج ہے ❖

(۴) اکبر بادشاہ کے پیارے راجہ بیربر کو جب ان گرو صاحب کا حال معلوم ہوا تو اس نے چاہا کہ گوئندوال آ کر ساری سنگت میں پھنگ ڈالے۔ مگر باوجودیکہ وہ ۹۸۰ھ مطابق ۱۵۷۱ء یا سمت ۱۶۲۸ بکرمی میں پنجاب آیا بھی مگر اپنے ارادے کو پورا نہ کر سکا کیونکہ کانگڑے کی مہم پر مامور ہو گیا جہاں وہ جلد پہنچا اور اس کے سامنے جنگ کے موقع پر نگرکوٹ کے مقدس تیرتھ پر تیر اندازی ہوئی اور وہاں کی مقدس سیاہ گائیں اور ہزاروں پجاری تیروں کی نذر ہوئے۔ اس کارروائی پر تمام ہندوؤں نے بیربر کو جو ان کا پیشوا بنا پھرتا تھا حقارت کی نظر سے دیکھا اور اس کی سخت بدنامی ہوئی۔ غرض راجہ بیربر ان گرو صاحب کی مخالفت کی وجہ سے ہندوؤں کی نظر سے گر گیا اور آخرکار بغیر اس کے کہ اس گدی کو کسی قسم کا نقصان پہنچا سکے ان گرو صاحب کی وفات سے کوئی گیارہ برس بعد ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۵ء یا سمت ۱۶۴۲ بکرمی میں سواد و بنیر کی مہم میں مارا گیا ❖

(۵) ایک دفعہ گرو صاحب کی دونو بہو صاحبان نے ماتا جی سے سرسری طور پر کہا کہ ہم ایسے بڑے گھر میں ہو کر بھی اور برادری کی عورتوں کے مقابلے میں زیورات کی وجہ سے بہت ہی کم درجے پر ہیں۔ جب گرو صاحب نے یہ بات سنی تو پتھر کی ایک سل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تم اس سل کو زرگر کے پاس بھیجکر سنہری زیور بنوالو۔ چنانچہ جب اس سل کو اٹھانے لگے تو وہ خالص سونے کی ہو گئی جس سے بہو صاحبان کے زیورات ان کے پسند کے موافق بن گئے۔

(۶) پریما نامی ایک سیوک جو تلونڈی کا باشندہ تھا ہر روز دہی کی ایک ٹھلیا لنگر کے واسطے لایا کرتا تھا مگر تھا لنگڑا اس واسطے لکڑی کے سہارے چلا کرتا تھا۔ ایک دن گاؤں کے کسی زمیندار نے تمسخر کے طور پر اس کی لکڑی چھپا دی۔ وہ بیچارہ لکڑی بغیر چل نہیں سکتا تھا۔ ادھر دہی کے بے وقت پہنچنے کا فکر لگ رہا تھا۔ غرض وہ عجیب مخمصے اور بیحد اضطراب میں مبتلا ہو کر لکڑی کی تلاش کر رہا تھا کہ اس جاٹ نے کہا اتنا کیوں تلملا رہا ہے۔ گرو کو دہی کھلاتے کھلاتے بڈھا ہو گیا مگر لنگڑا پن دور نہ ہو سکا۔ غرض اس قسم کے طعنے سن کر ذرا دیر بعد اسے لکڑی ملی اور وہ دیر سے لنگر میں پہنچا۔ گرو صاحب نے اپنی غیب دانی کی بدولت حالات سے واقف ہو کر پریما جی کی آمد تک لنگر کی تقسیم نہ کی۔ جب پریما آیا اور دہی لایا تب لنگر برتایا۔ پھر پریما کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تم اپنے گاؤں کے فقیر شاہ حسین ثانی کے پاس جاؤ۔ اس نے فی الفور ارشاد کی تعمیل کی۔ شاہ حسین نے اپنی لکڑی اس کی لنگڑی لات پر ماری تو وہ بالکل تندرست ہو گیا اور فقیر صاحب کی تعریف کرنے لگا۔ شاہ حسین نے کہا بھائی اس میں میری کیا تعریف ہے۔ یہ سب انہیں کی مہر و مروت اور شفقت و مرحمت ہے جس نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے۔ میں بھی اسی کے ادنے غلاموں میں سے ہوں۔

دسویں مسند کے ذکر میں بھی ایک پریما سکنہ تلونڈی کا ذکر آچکا ہے جو مرض جذام سے شفایاب ہوا تھا۔ غالباً یہ پریما بھی دہی میں جا اخیر عمر میں کسی اور حادثے سے لنگڑے ہو گئے ہوں گے اور گرو صاحب کی توجہ

سے وہ پھر لنگر اپن کی مصیبت سے بچ نکلے ۔

(۷) گرو صاحب کی کرامات کا تو کیا کہنا ہے ان کے نام پر ان کے سیوکوں نے بھی کرامتیں ظاہر کی ہیں چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بھائی گورداس جی کی ہمراہی میں جو گرو صاحب کے قریبی رشتہ دار تھے ایک سنگت درشنوں کو آرہی تھی دریائے بیاس کے کنارے پہنچی تو سورج غروب ہونے کو تھا اور ملاحوں نے کشتی کا چلانا بند کر دیا تھا۔ ساری سنگت کو اتنا نزدیک پہنچ کر اسی دن درشن پانے سے محروم رہنے کا سخت قلق ہوا۔ اتنے میں ایک سکھ نے یہ شبد پڑھا ؎

گور کا شبد بسے جیا نال جل نہیں ڈوبے تسکر نہیں لیوے بھا نہ ساکے جال

یعنی جب گرو کا شبد آدمی کے ساتھ ہو تو پھر وہ نہ تو پانی میں ڈوب سکتا ہے نہ اسے چور مار سکتا ہے اور نہ ہی آگ جلا سکتی ہے ۔

اس شبد کا سننا تھا کہ گورداس جی ساری سنگت کو لے کر دریا میں چل پڑے اور اس پوڑی کو پڑھنا شروع کیا ؎

سنئے ہاتھ ہووے اسگاہ

یعنی پرمیشور کا نام لینے سے گہرا پانی پایاب ہو جاتا ہے ۔

غرض ساری سنگت پوڑی کا بھجن کرتی دریا سے پار ہو گئی۔ گوئندوال کے گاؤں کے پاس پہنچے تو ایک لڑکے نے کھیلتے کھیلتے نشانہ لگاتے وقت کہا ؎

جو ست گور لوں بھلائے

بھائی گورداس جی نے یہ شبد سن کر اس لڑکے کے پاؤں چومے۔ اس ادا پر گرو صاحب بھائی گورداس جی پر نہایت مہربان ہوئے اور ان کو ہمیشہ کے لئے اپنے پاس رکھ لیا۔ یہ بھائی صاحب گرد کے بڑے سکھ۔ گورمکھی کے فاضل اور اعلے درجے کے شاعر تھے۔ چھٹی بادشاہی کے زمانے تک زندہ رہے اور سری گرو گرنتھ صاحب کے لکھنے پر مامور رہے ۔

میلہ	ایک دن بھائی پارو نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ مہاراج اگر یہاں

کوئی میلہ کیا جائے۔ تو دور دور کی سنگتیں آ کر آپس میں ملیں گی۔ سیوکوں کی باہم شناسائی ہو گی۔ پریم بڑھیگا اور سب لوگ درشنوں کے حاصل ہونے سے خوش ہوں گے۔ گرو صاحب نے اس التماس کو قبولیت کا شرف بخشا اور ماہ چیت کی چودھویں تاریخ کو ایک میلہ لگانا شروع کیا۔ اس موقع پر دور دور سے سنگتیں آتیں۔ درشن پاتیں۔ اُپدیش کا امرت چکھتیں اور بھوساگر سے پار اُترتیں۔ ہزاروں روپے کا لنگر تیار ہوتا۔ بڑی بھگتی اور پریم سے سب لوگ آپس میں ملتے جلتے اور ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرتے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور بھی آتے اور سیوک بنتے۔ اس طرح بھی ان گرو صاحب کے زمانے میں گرو کے سکھوں کی تعداد میں بہت ترقی ہوئی۔

جیٹھا رام کی خدمت

جیٹھا رام کی بی بی بھانی جی کے ساتھ شادی ہوگئی۔ تو گرو صاحب نے ان کو اپنے پاس رکھ لیا اور وہ بھی اپنے کاروبار کو چھوڑ کر بڑی بھگتی پریم اور خلوص نیت کے ساتھ گرو جی کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

جیٹھا جی نے نہ تو کبھی کسی کام سے عار کیا نہ انکار۔ نہ لوگوں کے طعن و تشنیع سے ڈرے اور نہ برادری کی طنز آمیز باتوں سے گھبرائے۔ چنانچہ جن دنوں باؤلی صاحب بن رہی تھی۔ جیٹھا جی بھی عام سکھوں کے ساتھ ادنےٰ کاموں میں شریک ہوتے تھے اور بڑے پریم سے ٹوکری اٹھاتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ جیٹھا جی کی برادری کا کوئی سوڈھی گوئندوال میں آیا اور اس نے دیکھا کہ یہ چونے کی ٹوکری اٹھائے جاتے ہیں۔ چونا بہہ کر سر سے پاؤں تک چلا گیا ہے اور مالا کی طرح کی سفید سفید لکیریں بدن پر کھچ گئی ہیں۔ اس پر اس ہوڑی سوڈھی نے کہا واہ کیا خوب موتیوں کی مالا پہنی ہے۔ جیٹھا تو اپنے کام میں مست رہے اور اس کے اس طنز پر کان بھی نہ دھرا مگر گرو صاحب نے اس طعن کی بات سے اپنے کشف کے ذریعے سے مطلع ہو کر اس سوڈھی کو اپنے پاس بلایا اور زبان درفشان سے فرمایا یہ جیٹھا رام جو اب رام داس کے نام سے موسوم ہیں سوڈھی خاندان کو روشن اور دنیا کو اپنے

کو رشتے منور کریں گے۔ یہ جوتے کی ٹوکری نہیں بلکہ بادشاہی چھتر ہے۔ اس سے مہاراجہ سوڈھی رائے کی گئی ہوئی بادشاہی دوبارہ سرسبز ہوگی ؛

چوتھے گرو رام داس جی

ان گرو صاحب نے اپنے داماد جیٹھا رام صاحب کو جن کا انہوں نے رام داس جی نام رکھا تھا اپنے سب کاروبار میں ہر موقع پر دخیل کر رکھا تھا اور وہ اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سفر کو گئے۔ تو ان کو اپنی جگہ چھوڑ گئے۔ لاہور میں ناظم کے پاس مقدمات کی جوابدہی کے لئے بھی انہیں کو بھیجا۔ اس سے صاف طور پر لوگوں نے سمجھ لیا کہ گرو صاحب انہیں کو گوریائی کی فضیلت بخشنے والے ہیں۔ گرو صاحب کے اپنے بیٹوں موہن اور موہری جی میں سے کسی کو بھی گوریائی کے حصول کی خواہش نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے تو رام داس جی پر کسی قسم کا حسد نہیں کیا بلکہ موہری جی نے جب ان کے والد نے ان سے پوچھا کہ تم کو گوریائی چاہیئے یا سکھی تو انہوں نے خود بڑی خوشی سے سکھی منظور کی جیسا کہ ان کے ذکر میں آگے بیان ہوگا۔ اور لوگوں کو بھی اس پر کوئی خیال پیدا نہیں ہوا۔ ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گرو صاحب کے دوسرے داماد راما جی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا تھا کہ جیٹھا جی کو مجھ پر کیوں فضیلت دی جاتی ہے۔ سو اس کی تسکین کے لئے ان گرو صاحب نے دونو کی آزمائش مناسب سمجھی جس کا ذکر یوں ہے :۔

گرو صاحب نے اپنے دونو داماد وں کو بلا کر کہا کہ ہمارے بیٹھنے کے لئے الگ چبوترہ بناؤ۔ راما جی نے دو دفعہ چبوترہ بنایا مگر دونو دفعہ پسند نہ ہوا اور تیسری دفعہ بنانے کا حکم ملا تو جواب دیا اب میں معمار کو بلا کر بنوائے لیتا ہوں۔ مگر رام داس جی کا چبوترہ آٹھ دفعہ نامنظور ہوا۔ انہوں نے کبھی سوائے اس کے کوئی جواب نہیں دیا کہ پہلے چبوترے کو گرا کر نیا چبوترہ بنانا شروع کر دیا۔ اس پر گرو صاحب رام داس جی کی اطاعت و فرمانبرداری پر نہایت خوش ہوئے اور راما جی دل ہی دل میں اپنی کارروائی پر نادم ہوئے ؛

اس آزمائش کے بعد ہر ایک شخص کو بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ گرو صاحب رامداس جی پر نظر عنایت رکھتے ہیں اور گوریائی کی مسند انہیں کو عطا کریں گے ✤

۵- وفات

بی بی بھانی جی کی خدمت

ایک دفعہ کا ذکر ہے بی بی بھانی صاحبہ اپنے والد مہاراج کو اشنان کرا رہی تھیں۔ کہ چوکی کا پایہ جس پر گرو صاحب بیٹھے تھے ٹوٹ گیا۔ بی بی صاحبہ نے جلدی سے اپنا پاؤں چوکی کے پائے کی بجائے رکھ دیا۔ اور گرو صاحب کو صرف گرنے سے ہی نہیں بچا لیا بلکہ ان کو اس امر کی خبر بھی نہ ہونے دی کہ پایہ ٹوٹ گیا ہے۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ بی بی صاحبہ نے پاؤں رکھا تو چوکی کی میخ ان کے پاؤں میں گڑ گئی اور اس سے لہو جاری ہو گیا پر بی بی صاحبہ نے اُف تک نہ کی اور بڑی ثابت قدمی سے باپ کی خدمت میں مصروف رہیں ✤

گرو صاحب نہانے سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ بی بی صاحبہ کے پاؤں سے خون نکل رہا ہے۔ یہ دیکھ کر بی بی صاحبہ کی حسن خدمت سے خوش ہو کر ان کی خواہش کے موافق اول تو بی بی صاحبہ کے حق میں دعا کی کہ سات پشت تک گوریائی تمہاری ہی اولاد میں رہے گی۔ اس کے علاوہ اپنی عمر میں سے سات برس رامداس جی کو بخش دیئے اور پھر سنگتوں کو جمع ہونے کا حکم دیا ✤

رام داس جی کو گدی ملنی

سب سنگت جمع ہو چکی تو بڑا جگ کیا۔ اس کے بعد ناریل اور پانچ پیسے نذر دے کر رام داس جی کو نمسکار کی۔ جس کے معنی یہ ہے کہ اب رامداس جی گرو ہیں ✤

جوتی جوت

منگل کے دن ۱۵ بھادوں سمت ۱۶۳۱ بکرمی مطابق ۱۵۷۴ء یا ۹۸۳ھ کو دو گھڑی رات رہے اکبر بادشاہ کے زمانے میں یہ گرو صاحب اس جہان فانی سے ملک جاودانی کو رونق بخش ہوئے ✤

تاریخ پیدائش۔ گدی نشینی اور وفات کی تاریخوں سے ظاہر ہے
کہ ان کی عمر ۵۹ سال ۳ ماہ ۱۳ یوم ہوئی اور ۲۲ برس تک گدی نشین رہے +
ان کی سمادھ گوندوال میں ہے اور وہاں دو میلے ہوتے ہیں۔
ایک بیساکھی کے موقع پر۔ دوسرا گرو صاحب کے سرادھ کے دن یعنی
بھادوں سدی پورنماشی کو +

۶۔ اولاد

ان گرو صاحب کے تین بیٹے تھے۔ (۱) موہن جی۔ (۲) موہری جی۔ (۳)۔
سندر جی + دو بیٹیاں تھیں۔ (۱) بی بی بھانی جی۔ (۲) بی بی ندھانی جی +
۱۔ موہن جی جن کی تاریخ پیدائش ۵ چیت سمت ۱۵۹۳ بکرمی لکھی جاتی ہے۔
بڑے تپسی تھے۔ ہر وقت گیان دھیان میں مصروف رہتے۔ نہ کسی سے
ملتے نہ کسی کو کچھ کہتے۔ ان کی دھرم پتنی ان کے علیحدہ رہنے سے اداس
رہتی تھی۔ تھوڑے دنوں بعد وہ مر گئی۔ تو یہ بالکل فارغ البال ہو گئے اور
پہلے سے بھی زیادہ ایشور کی بھگتی میں مصروف ہو گئے۔ ان کے ہاں ایک
لڑکا ہوا جس کا نام سہنسرام تھا۔ وہ گرو صاحب کی بانی سکھا کرتا تھا۔ اس
کی اولاد اب تک گوندوال اور سیچے پور میں موجود ہے جو باموہن صاحب کے
بھلے کہلاتے ہیں + جب گرو صاحب نے گرو رامداس جی کو اپنا جانشین
بنانا چاہا۔ تو ان کو بھی بلایا۔ مگر یہ تو عبادت میں محو رہتے تھے۔ دنیا و مافیہا کی
خبر نہ رکھتے تھے اس لئے اپنے استغنا اور ایشور کی بھگتی میں انہماک کی وجہ
سے نہ آئے۔ موہن جی کو ان کی والدہ صاحبہ موہن مستان کہا کرتی تھیں۔
وہ ایک کوٹھڑی کے اندر رہا کرتے۔ کبھی کبھی باہر نکلتے تو لوگ ان کو نذر لوز۔
جلیب اور چدہ (گلبند) نذر کیا کرتے۔ چنانچہ اب تک وہی رسم جاری ہے۔
ان کا چوبارہ اب خوب آراستہ ہو گیا ہے + ان کی تعریف میں گرو ارجن صاحب
نے یہ شبد اچارن کیا ہے ؎

موہن تیرے اوچے مندر محل اپارا

۲۔ موہری جی کی شادی اسی سال ہوئی جس سال ان گرو صاحب کو گوریائی کی عزت ملی۔ موہری جی کے ہاں تین بیٹے پیدا ہوئے ۔ انند جی۔ ارجانی مل اور ارتھل مل ۔

(۱) آنند جی۔ جن کی پیدائش کی تاریخ ۱۴ کاتک سمت ۱۹۱۱ بکرمی ہے ان کی پیدائش کے موقع پر گرو صاحب نے بانی آنند جی تصنیف کی اوران کی پیدائش کی خوشی میں وہی بانی پڑھ کر سنائی اور اب پیدائش۔ شادی۔ امرت چھکانے۔ کڑاہ پرشاد تقسیم کرنے وغیرہ مواقع پر پڑھی جاتی ہے۔

(۲) ارجانی مل۔ یہ پیدا ہوتے ہی جاں بحق ہوئے۔ ماتا صاحبہ ان کو گرو صاحب کے چرنوں میں لے آئیں اور ان کے ساتھ گرو صاحب کا انگوٹھا چھوا دیا۔ وہ زندہ ہو گیا۔ مگر گھر جاتے ہی پھر چل بسا۔ گرو صاحب نے ست نام منتر کا جل چھڑک کر اسے پھر زندہ کیا۔ اسی واسطے اس کا نام ارجانی مل ہوا۔ ان کی اولاد بڑے عروج پر ہے اور ان میں سے پٹنہ صاحب کے دربار کے مہنت ہیں جو اس نواح میں لوگوں کو دھرم اپدیش کرتے ہیں۔

موہری جی کی بابت یہ بھی روایت ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے گرو صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ مہاراج میں نے لاکھ ٹکہ کبھی نہیں دیکھا۔ گرو جی نے پانچ ٹکے منگوا کر انہیں گننے کا حکم دیا۔ یہ گننے لگے تو ان کے ہاتھ کالے پڑ گئے۔ گرو صاحب نے ان کو ہاتھوں کی طرف توجہ دلا کر فرمایا اگر تم روپے پیسے کے لالچ میں رہو گے تو تمہارے ہاتھوں کی طرح تمہارا دل بھی سیاہ ہو جائیگا۔ اس بات کو سن کر موہری جی کا دل صاف ہو گیا۔ مایا کی ممتا کو چھوڑ دیا اور تارک و صابر بن گئے۔

گرو صاحب نے ایک دفعہ ان سے پوچھا کہ تم کو گوریائی چاہیئے یا سکھی؟ انہوں نے عرض کی جو آپ کو پسند ہو۔ گرو جی نے فرمایا۔ سکھی سب سے اچھی ہے۔ انہوں نے کہا تو مجھے وہی پسند ہے۔ چنانچہ جب گرو صاحب نے جیٹھا جی یعنی گرو رامداس صاحب کو گوریائی کی فضیلت بخشی تو موہری جی نے گرو صاحب کے پوچھنے پر کہا کہ میں گرو رامداس

جی کی ایسی ہی عزت کرونگا جیسی آپ کی - گرو انگد صاحب اور گرو نانک صاحب کی کرتا ہوں - پھر اپنے اس بچپن کو پورا کر دکھایا +

گرو صاحب نے موہری جی کے اس کلام سے خوش ہو کر ان کے حق میں فرمایا کہ تمہارا خاندان ہمیشہ سرسبز اور دنیا میں آفتاب کی طرح روشن رہے گا - ایک اکال کی پرستش کریگا - میں ہر مشکل میں اس کا محافظ رہونگا - ایسے ہی اور بہت سی دعائیں دیں - گرو صاحب کے اس کلام کو سن کر گرو رامداس جی موہری جی کے پاؤں پر گر پڑے اور گرو صاحب کی خدمت میں کہنے لگے کہ میں تو غلام ہوں گوریائی کے لائق نہیں - آپ ان کو ہی یہ منصب عطا کریں - موہری جی نے آنکھوں میں آنسو بھر لا کر عرض کی مجھے گوریائی نہیں چاہئے مجھے سکھی منظور ہے +

ان کی فضیلت کی نسبت اور زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں - اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ گرو گرنتھ صاحب میں ان کی تعریف رام کلی راگ میں یوں کی گئی ہے ؎

موہری پت سنمکھ ہوا رام داس پیری پایا

۳ - سندر جی - ان کا نہ تو کچھ حال معلوم ہے اور نہ وہ مشہور ہیں - غالباً ابتدائے عمر میں ہی چل بسے ہوں گے +

۴ - بی بی بھانی جی - ان کی تاریخ پیدائش ۴ - جیٹھ سمت ۱۵۹۱ بکرمی ہے - جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ان کی شادی گرو رامداس جی کے ساتھ ہوئی تھی - ان کی خدمت گزاری اور سعادت مندی کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں +

۵ - بی بی ندھانی جی - ان کی شادی قصبہ بٹالہ کے ایک سوری کھتری رام نامی کے ساتھ ہوئی تھی +

۷ - اپدیش اور تصنیف

گرو گرنتھ صاحب میں ان کی تصنیف کے شبد موجود ہیں اور ان

تصنیف

کی پہچان محلہ ۳ سے ہوتی ہے - ان میں سے بانی انندجی جو انہوں نے اپنے پوتے انندجی کی پیدائش کے موقعہ پر تصنیف کی تھی بہت مشہور ہے - اور جیسا کہ آنندجی کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے شادی کے موقع پر پڑھی جاتی ہے ؎

آنند بھییہ میری ماے ست گورتاں پایہ
ست گور تاں پایہ سہج سیتی من وجیاں ودھائیاں
راگ رتن پردار پریاں شبد گاون آئیاں
شبد گاؤ ہری کیرا منن جنی وسائیا
کہ نانک آنند ہویا ست گور تاں پائیہ

آدگرنتھ صاحب کی خدمت

انہوں نے پہلے دونوں گروؤں اور اپنی بانیوں کو جمع کرایا اور ساتھ ہی گرو رامداس جی کو بھی خفیہ حکم دیا کہ تم اپنی بانی بھی اس میں ملا دینا - ان کے حکم سے بانیاں جمع ہو کر جو پستک تیار ہوئی تھی وہ انہوں نے اپنے بیٹے موہن جی کے حوالے کی تھی جو اب تک ان کے صاحبزادوں کے پاس گوئندوال میں موجود ہے ؎

اُپدیش

جہاں تک ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے - انہوں نے سچے دل سے خدا کی یاد اور ایشور کی بھگتی میں مصروف ہونے کی تاکید کی ہے محض پستکوں اور کتابوں کے بے سوچے سمجھے پڑھنے کو بے سود قرار دیا ہے - نیک نیتی کے ساتھ خدا کی یاد اور نیک کام کرنے کو نجات کا ذریعہ بتایا ہے - چنانچہ وہ اپنے زمانے کے پنڈتوں کے حالات کا تذکرہ کر کے ایشور کی بھگتی کرنے کا یوں اُپدیش کرتے ہیں ؎

وید پڑھے سنے واد دکھلائے بن ہری پت گوائے

وید پڑھتے اور پاکھنڈ کی باتیں کرتے ہیں - سو یاد رکھو ہری کے بھجن بغیر وہ اپنی عزت گنواتے ہیں ؛

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ؎

وید پڑھے ہر نام نہ بوجھے مایہ کا ان پڑھ پڑھ لوجے

وید پڑھتا ہے اور اس میں ہرنام کو نہیں سمجھتا - ایسے لوگوں کی نجات

بھلا اُنکو نجر ہو سکتی ہے جو روپے پیسے کے لالچ میں اندھے ہو رہے ہیں ۔

تیسرے موقع پر فرماتے ہیں سے

سپت دیپ سپت ساگر نو کھنڈ چار وید دس اشٹ پران
ہر سبھناں وچ تو ورتدا ہر سبھناں بھاناں

ساتوں براعظم ۔ ساتوں سمندر ۔ نو کھنڈ ۔ چاروں وید اور اٹھارہ پرانوں میں اے ہری تو ہی سما رہا ہے اور تو ہی سب کے نزدیک قابل پرستش ہے یہ سب تجھ سے ہی محبت رکھتے ہیں ۔

ایک اور موقع پر فرمایا ہے سے

شاستر وید سمرت سر وتیرا سر سری چرن کانی
ساکھا مول مت راوے توں تاں سرب ودانی

شاستر ۔ وید اور سمرتی سب تیری مہماں اور تعریف کرتے ہیں ۔ راجہ اور اوتار تیرے چرنوں میں سماتے ہیں ۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ۔ سب تیرا ہی ہے اور تو سرب ویاپی ہے ۔

ایک اور ارشاد یوں ہے سے

ویداں میں نام اُتم سنے ناہیں پھرے جیوں بیتالا
کہہ نانک سچ تجیا جھوٹ لاگے تنے جنم جوئے ہاریا

ویدوں میں جو اُتم نام ہے اس کو تو سنتے نہیں ۔ آوارہ لوگوں کی طرح پھرا کرتے ہیں ۔ اے نانک جس نے سچ کو چھوڑ دیا اور جھوٹ کو گرہن کیا ۔ اس نے اپنے جنم کو جوئے میں ہار دیا ۔ یعنی ایسے لوگوں کی ساری عمر ہی ضائع گئی ۔

پھر ایک جگہ پر یوں فرماتے ہیں سے

ایہہ من میلا اک نہ دھیائے انتر میل لگی بہ دوجے بھلائے
تٹ تیرتھ دسنتر بھوئے اہنکاری ہو ودھیرے ہومیں میل لاونیاں
ست گور سیویں تاں میل جائے جیوت مرت ہر سیو چت لائے
ہر نرمل سچ میل نہ لاگے ۔ سچ لاگے میل گواونیاں

یہ [illegible] کبھی ایک ایشور کا دھیان نہیں کرتا اس لئے ان کے اندر زیادہ میل [illegible] لگی رہتی ہے - تیرتھوں پر جانے سے بھی آہنکار ہی ہو جاتا ہے اس لئے [illegible] سے بھی زیادہ میل لگ جاتی ہے - پرمیشور کی سیوا کرنے سے دل کی پلیدی مٹ جاتی ہے جیتے جی مر رہے اور پرمیشور کی یاد کرے - بے مول خدا کی یاد کرے تو میل رفع ہو نہیں تو نہیں +

ذات پات کے متعلق فرمایا ہے ؎

جات کا گرب نہ کر یہو کوئی   برہم بندے سو برہمن ہوئی

کسی کو ذات کا غرور نہیں کرنا چاہیئے - جو ایک برہم کو جانتا ہے - وہی برہمن ہے +

اسی مضمون کے متعلق ایک اور جگہ یوں فرمایا ہے ؎

آگے ذات نہ زور ہے آگے جیو نے - جنکے لیکھے پت پوے چنگے سے آئی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی برہمن نے ان مہاتما سے پوچھا مجھے ایک جوگی نے یہ اپدیش کیا ہے کہ تم جوگی بن جاؤ - فرمائیے میں کیا کروں - انہوں نے اسے جواب دیا کہ نہیں جوگی نہ بنو - کماؤ - کھاؤ اور بچا کھچا اوروں کو کھلاؤ - نیک کام کرو - پرمیشور کی یاد رکھو - گھر چھوڑ دینے سے نجات نہیں ملتی ؎

ایہ جوگ نہ ہووے جوگی سے کٹنبہ پربھوں کریہہ

گرہہ سر میں ہر نام گور پرشادی اپنا ہر پربھ لیکھیہ

انہوں نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں اور جانشین کو ہدایت کی کہ ہمارے بعد موسے تر اسٹی کرانا اور بھدر و پریت کا لفظ کہنا بند کر دینا - ہندو کی رسوم کو گوربت کے تابع رکھنا - شبد کا اچارن اور صبح کے وقت آسا کی وار کا پاٹھ کرنا - کڑاہ پرشاد کی تقسیم اور بنڈ بتیل وغیرہ کارروائیوں کو جو سخاوت و غربا نوازی کا موجب ہیں جاری رکھنا +